منور حسین چیمہ

علم معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار

جدید دور میں انسان کی دنیوی زندگی میں معاشیات کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں یہ علم ارتقاء پذیر رہا ہے۔ مختلف مصنفین اپنی کتب میں مختلف موضوعات مثلاً زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اشیاء کے مبادلے، زر کے استعمال اور دیگر معاشی امور سے متعلق بحثیں کرتے رہے ہیں۔ اور اب یہ مباحث ایک مرتب اور منضبط علم کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

دور حاضر میں اس علم کی تعلیم و تدریس کا انتظام تقریباً ہر ملک کے تعلیمی اداروں میں ہے۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے یورپ میں معاشی تجزیہ (Economic Analysis) کی تاریخ پر کئی کتب تحریر کی گئیں۔ آج ہمارے کتب خانوں میں معاشی نظریات کی تاریخ پر (History of Economic Thought اور History of Economic Analysis) کے نام سے درجنوں کتب ملتی ہیں۔ ان میں مورخین نے جدید دور سے پہلے کے زمانہ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ قدیم مشرقی دور (The ancient oriental age)

۲۔ یونانی دور (The greek age)

۳۔ رومن دور (The Roman age)

۴۔ قرون مظلمہ کا عیسائی دور (The christian medieval age)

یہ کس قدر حیرت آفریں بات ہے کہ تمام مورخین معاشی فکر کی تاریخ مرتب کرتے وقت یونانی فلاسفہ افلاطون (Plato) (م ۳۴۷ ق۔م) اور ارسطو (Aristotle) (م ۳۲۲ ق۔م) سے آغاز کرتے ہوئے دور حاضر تک کے ماہرین معاشیات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لیکن مسلم مفکرین کو یکسر

نظرانداز کردیا جاتا ہے۔(۱)

۶۲۵ء تا ۱۵۵۰ء کے زمانہ کو انہوں نے تاریک دور Dark Age قرار دیا ہے۔ جوزف اے شمپیٹر (Joseph A. Shumpeter) نے اپنی کتاب History of Economic Analysis میں یونانی، رومی معاشیات پر بحث کرنے کے بعد دوسرے باب میں The Great Gap کے عنوان کے تحت یہ لکھا ہے:

> So far as our subject is concerned we may safely leap over 500 years to the epoch of st. Thomas aquinas (1235-74), whose summa theologic a is in the history of thought what the south western spire of the cathedral of chartres is in the history of architecture(2)

---

(۱) اگرچہ بعض مصنفین نے ابن خلدون (۸۰۸ھ) کے معاشی فکر کا اعتراف کیا ہے۔ مثال کے طور پر سپنگلر (Spengler) نے اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں ابن خلدون کے معاشی تصورات پر بحث کی ہے۔ مقالہ کا عنوان یہ ہے:

Economic thought of Islam Ibn Khaldun, Comparative studies in Society and history.

یہ مقالہ ۱۹۶۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مقالہ میں مستشرقین کے رویہ کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلم علماء کے افکار پر یونانی فلاسفہ کے اثرات ملتے ہیں۔ تاہم یہ ایک قابل قدر کوشش ہے۔ اس مقالہ کی اشاعت سے یہ حقیقت تو واضح ہوگئی ہے کہ مؤرخین نے معاشی نظریات کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مسلم علماء کے کام کو نظرانداز ضرور کیا ہے۔ سپنگلر (Spengler) نے ابن خلدون کے کام کا جائزہ لینے سے پہلے جن دیگر مسلم علماء کے معاشی افکار پر مختصر بحث کی ہے۔ ان میں یہ نام نمایاں ہیں۔ ابونصر محمد الفارابی (م ۳۳۹ھ/۹۵۰ء) ابوعلی الحسین بن عبداللہ، ابن سینا (م ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء) ابوحامد محمد بن الغزالی (م ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) ابوبکر محمد ابن یحیی، ابن باجہ (م ۵۳۳ھ/۱۱۳۸ء) ابوالفضل جعفر بن علی الدمشقی (م چھٹی صدی ہجری/ بارہویں صدی عیسوی) ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد (م ۵۹۵ھ/۱۱۹۸ء) محمد بن حسن طوسی (م ۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء)، محمد بن محمد ابن الاخوۃ (م ۷۲۹ھ/۱۳۲۹ء)۔

سپنگلر (Spengler) نے مسلم علماء کے جن نظریات پر بحث کی ہے وہ درج ذیل موضوعات سے متعلق ہیں۔ محاصل (Taxation) سود (Interest) اجرتیں (Wages) قیمتیں (Prices) تقسیم کار (Division of Labour) دولت بطور مبادلہ کا ذریعہ (Money as medium of exchange) سکے (Coinage) قیمت کا اتار چڑھاؤ (Price fluctuations) وغیرہ

Mirakhor, Abbas Dr. The Muslim Scholars and the History of Economics. A need for consideration. The American Journal of Islamic social sciences. Vol. 21987/249,250.

(۲) Schumpeter, joseph. A. History of Economic Analysis. Newyork, Oxford University Press. fifth printing 1963/74

> جہاں تک ہمارے موضوع کا تعلق ہے، ہم باسانی سینٹ ٹامس کوئی ناس (۴۷ـ۱۲۲۵ء) ۵۰۰ سال کے زمانے تک بیک جست پہنچ سکتے ہیں۔ جس کی جامع لاہوتی تحریر تاریخ فکر میں وہی مقام رکھتی ہے جو چارتری کے کلیسا کے جنوب مغربی منار کا فن تعمیر کی تاریخ میں ہے۔

شمپیٹر (Schumpeter) کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ سو سال تک تحریری یا عملی شکل میں معاشیات پر کوئی کام نہیں ہوا۔ اور پھر اسی کی پیروی کرتے ہوئے دیگر مؤرخین نے بھی مسلم علماء کو قابل التفات نہیں سمجھا۔

راقم الحروف کے نزدیک معاشی تجزیہ کی تاریخ میں مسلم ماہرین معاشیات کو نظر انداز کرنے کے تین بڑے اسباب ہیں۔

(الف) پہلا اور بنیادی سبب تو وہ تعصب اور عناد ہے جو یورپ کو اسلام سے ہر دور میں رہا ہے۔

(ب) دوسرا سبب یہ ہے کہ مغرب میں مختلف علوم کا ارتقاء ایک مخصوص ماحول میں ہوا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مغربی علماء مسلمانوں کے معاشی افکار و نظریات سے آگاہی حاصل نہ کر سکے۔(۳)

(ج) خود مسلمان مصنفین نے بھی اپنے اسلاف کے معاشی فکر اور مسلم علماء و مفکرین کے یہاں معاشی تجزیے کی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی۔(۴)

حقیقت یہ ہے کہ مغربی مؤرخین معاشیات نے معاشی فکر کی تاریخ کی جو تقسیم کی ہے وہ نامکمل ہے۔ کیونکہ اس طرح مسلمانوں یا عربوں کا تقریباً ایک ہزار سال کا طویل دور حذف کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے جس تاریک دور (Dark Age) کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یورپ کی تاریخ پر تو منطبق ہو سکتا ہے۔(۵) لیکن اسے مسلمانوں کی تاریخ پر کسی طرح بھی چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ تو

---

(۳) معروف مورخین معاشیات نے معاشی فکر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ابو یوسف اور ابن خلدون ایسے ماہرین معاشیات کو بھی کوئی جگہ نہیں دی۔ شمپیٹر (Schumpeter) نے اگرچہ اپنی کتاب میں ابن خلدون کا ذکر کیا ہے لیکن وہ صرف ایک عالم عمرانیات اور مورخ کی حیثیت سے ہے۔ دیکھئے Schumpeter, History of Economic Analysis / 788 ابن خلدون کے معاشی فکر و تجزیے سے یہ مستند مؤرخ معاشیات کبھی آگاہ نہیں ہے۔

(۴) اس وقت ہمارے سامنے ایک عرب مصنف ابراہیم کبہ کی کتاب ''دراسات فی تاریخ الاقتصاد والفکر الاقتصادی'' ہے۔ یہ کتاب بغداد، مطبعۃ الارشاد سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ پانچ سو ساٹھ صفحات کی کتاب ہے۔ اور اس میں مسلم علماء کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا گیا۔

(۵) تفصیل کے لیے دیکھئے: العوضی، رفعت السید الدکتور، رویة فی منھج الاقتصاد الوضعی کلیة الشریعة والدراسات الاسلامیة، جامعۃ قطر، العدد الثانی ۱۹۸۴ء م

مسلمانوں کی تاریخ کا وہ دور ہے جو تعلیمی، معاشرتی، تہذیبی اور معاشی لحاظ سے دنیا کی سب قوموں سے اعلیٰ تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی عظیم سلطنت تھی جو یورپ اور افریقہ کے مغربی ساحلوں اور ایشیاء کے جنوب مشرقی ساحلوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان قوم زندگی کے ہر میدان میں ترقی کی اعلیٰ منازل طے کر رہی تھی۔ ایک عام قاری بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ مغربی تہذیب سے پہلے جس عظیم قوم نے کئی سو سال دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکومت کی ہو اور جس کے علمی کاموں سے آج یورپ بھی استفادہ کر رہا ہے۔ اس نے معاشی فکر و تجزیے کے باب میں کوئی قابل ذکر کام نہ کیا ہوگا۔(۶) اے گلیوم (A- Guillaume) کہتا ہے:

> At the height of abbasid power their subjects enjoyed a period of unexampled economic prosperity. Trade by land and sea was developed by an amazing degree, agriculture and irrigation were developed and arts and sciences were cultivated as never before(7)

> عباسیہ کے زمانہ عروج میں ان کی رعایا عدیم المثال قسم کی خوش حالی سے بہرہ ور ہوئی۔ خشکی اور سمندر کے راستوں سے تجارت نے حیران کن حد تک ترقی کی۔ زراعت، آب پاشی، فنون لطیفہ اور سائنس کی مختلف شاخوں نے اس قدر ترقی کی کہ اس سے قبل ان علوم میں ایسی ترقی نہ ہوئی تھی۔

معاشی تجزیہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ ان قوتوں اور ان انسانی اعمال و رجحانات کا پتہ چلایا جائے جس کے تعامل کے نتیجے میں سطح زندگی پر نمایاں معاشی مظاہر وجود میں آتے ہیں یا ان اثرات و نتائج کی نشاندہی کی جائے جو کسی معاشی عمل یا اقدام سے متعلقہ افراد یا اداروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ تجزیہ کا اطلاق اسباب و عوامل کی دریافت پر بھی ہوتا ہے اور اثرات و نتائج کی تحقیق پر

---

(۶) ممتاز مسلم ماہر معاشیات ڈاکٹر رفیق احمد (سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور، نے ایک فکر انگیز مقالہ انگریزی زبان میں تحریر کیا ہے۔ ہم نے یہاں اس مقالہ سے استفادہ کیا ہے۔ دیکھئے Ahmad, Rafiq. The Origin of Economics and the Muslims. A Preliminary Survey (Journal, The punjab university Economist. Lahore, university of the punjab) p.19, 20

(۷) Ibid/33

بھی۔ معاشی تجزیہ پیچیدہ اور مرکب معاشی امور کے پیچھے کام کرنے والی سادہ اور مفرد قوتوں کو دریافت کرتا ہے یا معاشی اعمال کے پیچیدہ اثرات کے مختلف اجزاء کو ایک دوسرے سے الگ کرکے دکھلاتا ہے۔ قیمتوں کے تعین کو طلب ورسد کے تعامل کا نتیجہ قرار دینا۔ پھر طلب کی تعیین کرنے والے عوامل۔ افراد کے ذوق اوران کی ترجیحات، ان کی آمدنی وغیرہ کی نشاندہی کرنا معاشی تجزیے کی ایک مثال ہے۔ اس طرح کسی محصول کا تجزیہ یہ متعین کرے گا کہ اس کے اثرات محصول ادا کرنے والوں پر کیا پڑتے ہیں۔ اوراس سے وصول کرنے والوں کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ ان اثرات اوراس حاصل کا محصول کی نوعیت، اس کی شرح یا طریق تحصیل سے کیا تعلق ہے اوران میں کوئی ترمیم ان اثرات و نتائج کو کس طرح متاثر کرسکتی ہے۔

معاشی فکر کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ اس سے مراد وہ تمام افکار وخیالات ہیں جو معاشی امور سے متعلق ہوں۔ معاشی مسائل کے حل کے لیے کیے جانے والے اقدامات، اور معاشی بہبود کے لیے پیش کی جانے والی تجاویز اس کے دائرے میں شامل ہیں۔ اور وہ تمام امور ومباحث جن کا مطالعہ موجودہ علماء معاشیات معاشی پالیسی(Economic policy) کے عنوان کے تحت کرتے ہیں۔ کسی معاشی مظہر کے پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونے یا کسی معاشی نتیجے کے مطلوب یا غیر مطلوب ہونے کی بابت ظاہر کیے جانے والے خیالات بھی معاشی فکر کے ترجمان ہوتے ہیں...معاشی افکار کے مطالعہ سے ان کے پیچھے کام کرنے والے تجزیاتی بصیرت کا باسانی پتہ لگایا جاسکتا ہے۔(۸)

ایک ماہر معاشیات جب کسی ٹیکس کے بارے میں یہ رائے دیتا ہے کہ یہ کیوں ضروری ہے؟ اس کے فوائد کیا ہیں اوراس کے اثرات ٹیکس دہندگان پر کیا پڑتے ہیں؟ کون سے ٹیکس عوام پر محض بوجھ ہیں اوران کے کیا نقصانات ہیں؟ تو اس سے اس کی تجزیاتی بصیرت نکھر کر سامنے آتی ہے۔ ماہر معاشیات کا فریضہ ہے کہ ملک جن معاشی مسائل سے دوچار ہو ان کی نشاندہی کرے اوران کے حل کے لیے تجاویز بھی پیش کرے۔

معاشی فلاح و بہبود کیوں ضروری ہے؟ وہ کون سی بنیادیں ہیں جن پر معاشی ترقی استوار ہوتی ہے اوراس کے حصول کے کیا طریقے ہیں؟ ان سب امور کے بارے میں حکومت کو مکمل رہنمائی دینا بھی ماہر معاشیات ہی کی ذمہ داری ہے۔

---

(۸) نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر، امام ابو یوسف کا معاشی فکر، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، شمارہ اگست ۱۹۶۴ء

اس حوالے سے جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ یورپی مورخین نے جس دور کو معاشی فکر و تجزیہ کی تاریخ میں ایک خلا قرار دیا ہے اس میں مسلم علماء، فقہاء اور مفسرین نے مختلف معاشی موضوعات پر فلاسفۂ یونان، افلاطون (م ۳۴۷ ق۔م) اور ارسطوم (م ۳۲۲ ق۔م) سے بڑھ کر بحثیں کی ہیں۔ امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابتؒ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ/ ۷۹۵ء) امام محمد بن ادریس، الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ/ ۸۲۰ء) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء) ایسے مسلم فقہاء کی آراء سے ان کے معاشی فکر (Economic Thinking) اور تجزیاتی رسائی (Analytical approach) کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی دوصدیوں میں جبکہ یونانی فلاسفہ کی کتابیں ابھی عربی زبان میں منتقل نہیں ہوئی تھیں، اسلامی دنیا میں درج ذیل معاشی موضوعات ترقی پا چکے تھے۔

حکومت کی ٹیکسیشن پالیسی	(Taxation policy of government)
پیداوار بڑھانے اور ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی کے لیے ٹیکسوں کا استعمال	Use of Taxation as a tool to encourage production and dis courage accumulation of wealth.
ٹیکسوں کی شرحیں	(Rates of Taxes)
سرکاری مصارف	(Government expenditure)
نظام زر کے متعلق پالیسی اور ادارے	(Monetary Policy and Institutions)
ہنڈی اور اس کی دستاویزات	(Credit and credit instrument)
قیمت کا تعین اور قیمت کی پالیسی	(Price determination and pricepolicy
گورنمنٹ بجٹ	(Government budgets)
گورنمنٹ بجٹ کے توازن کے طریقے	(Methods of balancing government budget)
تجارت اور کامرس	(Trade and commerce)
تجارتی مال کا مبادلہ	(Commodity exchange)
پیداواری استعداد	(Productive capacity)

☆ جلبِ مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

احیاء موات	(Cultivation of virgin land)
مزارعت	(Partnership to cultivate land)
مساقات	(Partnership to cultivate trees)
زرعی اصلاحات	(Agrarian reforms)
شرکت	(Partnership)
اراضی کی مختلف اقسام	(Different Kinds of land)
زرعی ملکیت	(agricultural ownership)
بیت المال	(Public Treasury)
منڈی کے قواعد	(Market regulations)
ذخیرہ اندوزی	(Hoarding)
منافع	(Profit)
سود	(Interest)
سودخواری	(Usury)
حوالہ	(Transfer of debt)
نفقہ	(Maintenance)
میراث	(Heritage)
اجارہ	(Rent)
رسد اور طلب	(Supply and Demand)
معاشی حاجات	(Economic needs)
ظلم و استبداد کے معاشی نتائج	(Economic consequences of Oppression)
عدل کے معاشی نتائج	(Economic consequences of Justice)
حسابات کی جانچ پڑتال اور بچت	(Checking and saving accounts)

وہ کتب جن میں مسلم علماء نے معاشی امور سے بحث کی ہے۔ ان کو ہم درج ذیل اقسام

☆ یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے ☆

میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) مختلف مفسرین کی کتب مثلاً ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ/ ۹۲۳ء) کی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ فخر الدین الرازی (م ۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء) کی تفسیر ''التفسیر الکبیر''

(۲) فقہی تالیفات، مثلاً ابوبکر احمد بن علی الجصاص (م ۳۷۰ھ/ ۹۸۱ء) کی ''احکام القرآن'' ابومحمد علی بن احمد ابن حزم (م ۴۵۶ھ/ ۱۰۶۴ء) کی کتاب ''المحلی''

(۳) مسلم فلاسفہ کی کتابیں مثلاً ابونصر محمد الفارابی (م ۳۳۹ھ/ ۹۵۰ء) کی کتاب ''السیاسۃ المدینۃ''

(۴) تاریخ کے موضوع پر تصانیف مثلاً عبدالرحمٰن بن محمد ابن خلدون (م ۸۰۸ھ/ ۱۴۰۶ء) کی کتاب ''مقدمہ''

(۵) اخلاقیات کے موضوع پر کتب مثلاً ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ/ ۱۱۱۱ء) کی کتاب ''احیاء علوم الدین'' اور کیمیائے سعادت اسی طرح محمد بن حسن طوسی (م ۶۷۳ھ/ ۱۲۷۴ء) کی کتاب ''اخلاق ناصری''

(۶) وہ کتب جو جغرافیہ کے موضوع پر تحریر کی گئیں۔ مثلاً احمد بن عمر، ابن رستہ (م ۲۹۰ھ/ ۹۰۳ء) کی کتاب الاعلاق النفیسۃ'' ابو القاسم محمد بن علی ابن حوقل (م بعد ۳۶۷ھ/ ۹۷۷ء) کی تصنیف کتاب صورۃ الارض'' ابوعبداللہ محمد بن ابی طالب، شیخ الربوہ (م ۷۲۷ھ/ ۱۳۲۷ء) کی کتاب **نخبۃ الدھر فی عجائب البر والبحر''**

(۷) مسلم علماء کی وہ کتب جو تاریخ کے مختلف ادوار میں سرکاری محکموں میں کام کرنے والے منشیوں کے لیے دستور العمل کا کام دیتی رہیں۔ مثلاً ابوبکر احمد بن یحی (م ۳۳۵ھ/ ۹۴۶ء) کی کتاب ادب الکتاب'' ابوالعباس احمد بن علی القلقشندی (م ۸۲۱ھ/ ۱۴۱۹ء) کی تصنیف کتاب **صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء''**

(۸) مختلف سفرنامے۔ مثلاً محمد بن احمد، ابن جبیر (م ۶۱۴ھ/ ۱۲۱۷ء) کی کتاب ''رحلۃ ابن جبیر، محمد بن عبد اللہ، ابن بطوطہ (م ۷۷۷ھ/ ۱۳۷۷ء) کی کتاب **رحلۃ ابن بطوطہ المسماۃ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار۔**

(۹) وہ کتب جو مسلم علماء نے حکمرانوں کی رہنمائی کے لیے تحریر کرکے انہیں پیش کیں۔ مثلاً

عبدالرحمٰن بن نصر، الشیزری (م ۵۸۹ھ/۱۱۹۲ء) کی کتاب ''النہج السلوک فی سیاسة الملوک۔''(۹)

ان کتب کے علاوہ کچھ تصانیف وہ ہیں جو خالص معاشی موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ اور مسلم علماء نے یہ کتب اس دور میں تحریر کی ہیں جس کو مؤرخین معاشیات تاریک دور(Dark Age) قرار دیتے ہیں۔ یہاں ان کتب کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مصنف	نام کتاب	اہم موضوعات	مقام اور سن اشاعت
ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء)	کتاب الخراج	(۱) اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن (۲) بیت المال کے مصارف (۳) اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں	بولاق ۱۳۰۲ھ
محمد بن الحسن الشیبانی	الاکتساب فی الرزق المستطاب	(۱) کسب کی اقسام غنی	دمشق، مطبعۃ لانوار (۱۹۳۸ء) (تقدیم وتحقیق محمد عرنوس)
		معاشی ترقی کی اقسام معاشی حاجات زراعت اور تجارت کی ترغیب زرعی آلات رزق حاصل کرنے کی ترغیب	
یحیٰی بن آدم القرشی	کتاب الخراج	اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن اراضی کی اقسام اور ان کے احکام تجارت اور زراعت	لاہور۔ المکتبة العلمیة ۱۳۹۵ھ (تحقیق۔ ابوالاشبال احمد محمد شاکر)

(۹) اس کتاب کے مصنف الشیزری، الملک الناصر سلطان صلاح الدین الایوبی کے ہمعصر تھے۔ دونوں کا سال وفات ایک ہی ہے۔ مصنف نے یہ کتاب تحریر کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کی تھی۔ دیکھیے: الشیزری، عبدالرحمٰن بن نصر، کتاب نهاية الرتبة فی طلب الحسبة (تحقيق السيد الباز العريني) بیروت۔ دارالثقافة مقدمہ الناشر۔ ایضاً کتاب النہج السلوک فی سیاسة الملوک القاہرہ، مطبعة الظاہر ۱۳۲۶ھ/۱۳

ابوعبید القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ/۸۳۸ء)	کتاب الاموال	ذرائع آمدن اور مصارف ناپ تول کے پیمانوں، مثلاً صاع، رطل وغیرہ کی تحقیق مشترکہ ملکیت	سانگلہ ہل، المکتبۃ الاثریۃ (تصحیح وتعلیق محمد حامد الفقی)
حمید بن مخلد ابن زنجویۃ (م ۲۵۱ھ/۸۶۵ء)	کتاب الاموال	اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن مصارف اراضی کی اقسام سود اوقاف عدل اجتماعی	الریاض، المرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ/ ۱۴۰۶ھ (تحقیق: الدکتور شاکر ذیب فیاض)
ابو ذکریا یحیٰ بن عمر الکنانی (م ۲۸۹ھ/۹۰۲ء)	کتاب النظر والاحکام فی جمیع احوال السوق	اوزان اور پیمانوں کی تحقیق اقتصادی آزادی اقتصادی ترقی کی بنیاد تقوی ہے قیمتوں کا تعین کس طرح ہوتا ہے؟ ذخیرہ اندوزی کا مفہوم، اسباب اور نقصانات تجارت کی اقسام زرعی اجناس کی خرید و فروخت معاشی قوانین (یہ عالم اسلام کی پہلی کتاب ہے جو بازاروں اور افراد کے معاملات کے بارے میں بحث کرتی ہے)	تونس۔ الشرکۃ التونسیۃ للتوزیع، طبع ۱۹۷۵ء (تحقیق: حسن حسنی عبدالوہاب)
ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون الخلال (م ۳۱۲ھ/۹۲۴ء)	الحث علی التجارۃ والصناعۃ والعمل	تجارت اور بازار تجارت کس طرح حصول معیشت کا ایک اہم ذریعہ ہے مال اور اس کے فوائد محنت کی اہمیت	الریاض: دارالعاصمۃ طبع ۱۴۰۷ھ

☆ التاسیس خیر من التاکید ☆ تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے ☆

قدامۃ بن جعفر الکاتب (م ۳۳۷ھ/۹۴۸ء)	نبذ من کتاب الخراج وصنعۃ الکتابۃ	ذرائع آمدن ملکی سکے سواد عراق کے مختلف علاقوں سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کا گوشوارہ حجاج بن یوسف اور مامون الرشید کے دور میں عراق میں مختلف اشیاء کے نرخ کیا تھے؟	لیدن: مطبع بریل ۱۳۰۶ھ
ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم، ابن بصال (م چوتھی صدی ھجری/ دسوی صدی عیسوی)	کتاب الفلاحۃ	زرعی اراضی کی اقسام زراعت کے مختلف طریقے مختلف پھلوں کے خواص زرعی آلات مختلف زرعی اجناس اوران کی کاشت کا صحیح موسم	المغرب: تحقیق: خویسی ماریہ میاس مطبعۃ کریمادیس ۱۹۵۵ء
ابوالحسن علی بن محمد الماوردی (م۴۵۰/۱۰۵۸ء)	الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ	اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن کاشت کا صحیح موسم مصارف	مصر: دارالفکر للطباعۃ والنشر، ۱۴۰۴ھ
احمد بن محمد ابن حجاج الاشبیلی (م پانچویں صدی ھجری گیارہویں صدی عیسوی)	المقنع فی الفلاحۃ	اس دور کے کاشت کاروں کی معاشی حالت زرعی اراضی کی مختلف اقسام زراعت کے مختلف طریقے زرعی آلات مختلف زرعی اجناس اوران کی اس دور کے کاشتکاروں کی معاشی	عمان: مجمع اللغۃ العربیۃ الاردنی ۱۹۸۲ء تحقیق: صلاح جوار جاسر البوصفیۃ عبدالعزیز الدوری

ابوالخیر الاندلسی	کتاب فی الفلاحۃ	مختلف حالت علاقوں کے محاصل زرعی اراضی کی مختلف اقسام زراعت کے مختلف طریقے مختلف قسم کی زمینیں کن کن اجناس کے لیے زیادہ مفید ہیں زرعی اجناس مختلف قسم کی فصلیں اوران کی کاشت کا صحیح موسم زرعی آلات	فاس : المطبعۃ الجدیدۃ ۱۳۵۷ھ
عبدالرحمٰن بن نصر الشیز ری (م۵۸۹ھ/۱۱۹۲ء)	کتاب نھایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ	محتسب بننے کے لیے ضروری شرائط محتسب کے فرائض مختلف پیشوں کا ذکر تجارت کی اقسام سود مختلف اشیاء کے نرخ ذخیرہ اندوزی مختلف سکے	بیروت: دارالثقافۃ تحقیق: الدکتور السید الباز العرینی
ابوالفضل جعفر ابن علی الدمشقی (چھٹی صدی ھجری/ بارھویں صدی عیسوی)	الاشارۃ الی محاسن التجارۃ	مختلف اشیاء کی لاگت اور قیمت کا تعین کس طرح ہوگا نظریہ قدر قیمتیں کیوں بڑھتی ہیں؟ مختلف اشیاء کے نرخ اور بازار پر ان کا اثر کام کی تقسیم سونے اور چاندی کے سکے تجارت اور اس کے اسلوب محنت کے پھیلاؤ کے اسباب اور اس کی ضرورت	القاھرۃ: مکتبۃ الکلیات الازھریۃ ۱۹۷۷م (تحقیق: البشری الشوربجی)

اسعد بن المھذب، ابن مماتی (م۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء)	قوانین الدواوین	مصر میں عہد آل ایوب کا زرعی نظام زرعی محاصل زرعی اجناس زرعی سرگرمیاں جزیہ قبالہ وراثت کے احکام مصری اوزان اور پیمانوں کی تحقیق	القاھرۃ: ۱۹۴۳م (تحقیق: عزیز سوریال عطیۃ)
ابوذکریا یحیٰی بن محمد ابن العوام الاشبیلی (۱۰)	کتاب الفلاحۃ	زرعی اراضی کی اقسام زراعت کے مختلف طریقے مختلف زرعی اجناس اور ان کی کاشت کا صحیح موسم اس دور کے کاشتکاروں کی معاشی حالت	میڈرڈ: ۱۸۰۲م
ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم، ابن تیمیہ	الحسبۃ فی الاسلام او وظیفۃ الحکومۃ الاسلامیہ	محتسب کے فرائض معاملات کی مختلف اقسام ذخیرہ اندوزی ذخیرہ اندوز کیسے عمل کرتا ہے؟ خرید و فروخت تسعیر کا جواز اور عدم جواز زراعت شراکت اجارہ	مطبعۃ المؤید: ۱۳۱۸ھ
محمد بن محمد بن احمد القرشی، ابن الاخوۃ (م۷۲۹ھ/۱۳۲۹ء)	معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ	محتسب بننے کے لیے شرائط محتسب کے فرائض مختلف اشیاء کے نرخ بازار اور ان کی تنظیم زکوٰۃ مختلف پیشے رکھنے والے افراد کا ذکر سود تجارت کی اقسام اجارہ اوزان اور پیمانوں کی تحقیق الحسبۃ	کیمبرج: مطبعۃ دارالفنون ۱۹۳۷ء (تصحیح: روبن لیوی)

(۱۰) یہ واحد عالم فلاحت ہے جسے ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں قابل حوالہ سمجھا ہے۔ دیکھئے: ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، مقدمہ، مصر، مطبعۃ التجاریۃ مصطفیٰ محمد صاحب المکتبۃ ج:۳ باب:۶ فصل:۲ (علم بناتات)

☆ الضرورات تبیح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں ☆

ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، ابن قیم (م۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء)	الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ	تسعیر (قیمتوں کا تعین) ذخیرہ اندوزی مزارعت مختلف صنعتوں کی نوعیت اور ان کا علم	بیروت: دارالکتب العلمیۃ
ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن، الوصابی (۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء)	البرکۃ فی فضل السعی والحرکۃ	عبادات کا معاشی پہلو محنت کی عظمت کاہلی کے نقصانات	القاهرة: المکتبۃ التجارہ
ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد، ابن رجب (م۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء)	الاستخراج لاحکام الخراج	قبل از اسلام سواد کے علاقے میں خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اراضی کی مختلف اقسام مزارعت مساقات جزیہ اقطاع مصارف زکوٰۃ کی تحدید حکومت ٹیکسوں سے حاصل کردہ رقوم کو کن مصالح پر خرچ کرے۔	بیروت: دارالکتب العلمیۃ ۱۴۰۵ء
تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م۸۴۵ھ/۱۴۴۱ء)	المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والاثار	مصر کی معاشی تاریخ بازار اور ان کی تاریخ بجٹ (آمد و خرچ کا تخمینہ) بجٹ بنانے کے اصول مختلف ادوار میں بجٹ سازی کس طرح ہوئی؟ کرنسی اور اس کے مختلف ادوار	لبنان: مکتبۃ احیاء العلوم

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ (فقہی ضابطہ)

ایضاً	کتاب النقود الاسلامیۃ المسمی بشذور العقود فی ذکر النقود	اسلام سے قبل اور اس کے بعد عرب شہروں میں کرنسی کے استعمال کی تاریخ قدیم کرنسی وہ کرنسی جو مختلف مسلم حکمرانوں کے ادوار میں زیر استعمال رہی مصری کی کرنسی	قم: منشورات الشریف الرضی ۱۳۸۷ھ تحقیق: محمد السید علی بحر العلوم
شہاب الدین احمد بن علی الدلجی (م۸۳۸ھ/ ۱۴۳۵ء)	الفلاکۃ والمفلوکون	معاش کے طریقے تجارت کا شتکاری صنعت وحرفت آمد و خرچ اور ان کے مابین تعلق معاشی سرگرمیوں کی اہمیت	القاہرۃ: مطبعۃ الشعب ۱۳۲۲ء
ابن بسام، محمد (م نویں صدی ھجری / پندرہویں صدی عیسوی)	نھایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ	محتسب بننے کے لیے شرائط محتسب کے فرائض ذخیرہ اندوزی مختلف اشیاء کے نرخ مختلف پیشے رکھنے والے افراد اوزان اور پیمانوں کی تحقیق دلال کی اجرت	بغداد: مطبعۃ المعارف ۱۹۶۸م تحقیق، حسام الدین السامرائی)
عبدالغنی، النابلسی (م۹۳۵ھ/ ۱۵۲۹ء)	علم الملاحۃ فی علم الفلاحۃ	زرعی اراضی کی مختلف اقسام زراعت کے مختلف طریقے زراعت کے فوائد مختلف پھلوں کو محفوظ کرنے کے طریقے مختلف زرعی اجناس اوران کی کاشت کا صحیح موسم	بیروت: دارالافاق الجدیدۃ، طبع ۱۹۷۹ء

یہ تو ان کتب کی فہرست ہے جو طبع ہو چکی ہیں اور مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

لیکن ان کے علاوہ بھی معاشیات کے موضوع پر درجنوں کتب ہیں جو ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔

☆ تخصیص العام بالنیة مقبولة دیانة لا قضاء ☆

معاشیات کے موضوع پر ان کتب کے مختصر تعارف کے بعد اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ اسلامی تاریخ کے چند ماہرین معاشیات کے معاشی افکار ونظریات پر بحث کریں گے۔اس ضمن میں ہم نے درج ذیل شخصیات کا انتخاب کیا ہے:

حضرت عمر بن الخطابؓ	(۲۴۰۱۳ھ/۶۴۵۰۶۳۴ء)
حضرت علی بن ابی طالبؓ	(۴۰۰۳۵ھ/۶۶۱۰۶۵۶ء)
حضرت عمر بن عبدالعزیز	(۱۰۱۰۹۹ھ/۷۱۷/۷۱۹۰ء)
ابوحنیفہ النعمان بن ثابت	(م۱۵۰ھ/۷۶۷ء)
ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم	(م۱۸۲ھ/۷۹۸ء)
محمد بن الحسن الشیبانی	(م۱۸۹ھ۸۰۵ء)
یحی بن آدم القرشی	(م۲۰۳ھ/۸۱۸ء)
ابوعبید القاسم بن سلام	(م۲۲۴ھ/۸۳۸ء)
قدامۃ بن جعفر الکاتب	(م۳۳۷ھ/۹۴۸ء)
ابومحمد علی بن احمد، ابن حزم	(م۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء)
ابوحامد محمد بن محمد، الغزالی	(م۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء)
ابوالفضل جعفر ابن علی الدمشقی	(م چھٹی صدی ھجری/ بارھویں صدی عیسوی)
عبدالرحمٰن بن محمد، ابن خلدون	(م۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء)

حضرت عمر بن الخطابؓ

اسلامی معاشی فکر کی تاریخ میں حضرت عمر بن الخطابؓ ایک عظیم معاشی مفکر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں کیونکہ آپ کو اپنے دور حکومت میں بعض ایسے اقتصادی مسائل سے دوچار ہونا پڑا جو عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں موجود نہیں تھے۔آپؓ نے اپنی اعلیٰ اقتصادی بصیرت کی بدولت ان کو احسن طریقہ سے حل فرمایا۔

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں شام وعراق کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی اختیار کردہ پالیسی پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ان کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام

میں سے ایک جماعت کا مطالبہ یہ تھا کہ مفتوحہ زمینیں فاتحین کو بطور جاگیر دے دی جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بعض قومی مصالح کی بنا پر زمینیں تقسیم کرنے سے انکار کردیا۔ آپ نے یہ رائے دی کہ زمینوں کو سرکاری ملکیت قرار دیا جائے اور سابق مالک ہی ان کو کاشت کریں۔ اور کاشت کاروں پر خراج عائد کردیا جائے۔(۱۱)

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے سے مفتوحہ اراضی کے بارے میں ان کے معاشی فکر کے درج ذیل اصول ومبادی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

(الف) زمین کاشت کرنے کا اصل حقدار صاحب زمین ہی ہے۔ بہتر پیداوار کے حصول کے لیے زمین اس کے اصل مالک کے پاس ہی رہنی چاہیے۔

(ب) بہت زیادہ وسیع رقبے کا مالک زمین سے وہ فوائد حاصل نہیں کرسکتا جو چھوٹے رقبے کا مالک محدود زمین سے محنت کرکے حاصل کرتا ہے۔

(ج) اگر مفتوحہ اراضی فاتحین کے درمیان تقسیم کردی گئی تو یہ وسیع وعریض رقبہ چند ہاتھوں میں محدود ہوجائے گا۔ اوراس طرح حکومت کومحاصل وخراج میں خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

(د) مفتوحہ اراضی فاتح جرنیلوں میں تقسیم کرنے سے امت میں اغنیاء کا ایک بڑا طبقہ پیدا ہوجائے گا اوراس سے ان کے مزاج اور عادات میں خلل پیدا ہوگا۔

(ر) فوج کا فریضہ زراعت اور کاشت کاری نہیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے مصر کی زمینیں بھی ان کے اصل مالکوں کے پاس ہی رہنے دیں اوران کو مسلمانوں کے قبضے سے بچانے کے لیے یہ قانون بنادیا کہ کوئی مسلمان خرید کر بھی زمین حاصل نہیں کرسکتا۔ کئی صدیوں تک یہ قانون جاری رہا۔

حضرت عمرؓ کو بہبود عامہ کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔ طبری کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جمہور کی خوش حالی کا جائزہ لینے کے لیے تمام ملک کا دورہ کروں گا۔(۱۲) امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے عمال کو رخصت کرتے وقت جو نصیحتیں فرماتے تھے ان میں یہ الفاظ بھی ہوتے تھے کہ مسلمانوں کی سہولت اور خوش حالی کے لیے ہر طرح کا

(۱۱) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بولاق ۱۳۰۲ھ/ خلاصہ صفحات ۲۵ تا ۲۹

(۱۲) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، (تحقیق ابوالفضل محمد ابراہیم) القاہرہ، دارالمعارف ج:۴ ص ۲۰۱

اہتمام کرتے رہنا۔(۱۳)

حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے عشور(Custom Duty) کی ابتداء کی۔(۱۴) آپ بیت المال کے مداخل و مخارج کے بارے میں عمال کے نام احکام بھیجتے رہتے تھے۔ صاحب کنزلعمال، علاءالدین علی المتقی (م۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) نے حضرت عمرؓ کے ان فرامین کونقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے عہد حکومت میں مختلف عمال کے نام تحریر کیے تھے۔(۱۵)

اسلام سے قبل عربوں کے ہاں رومی، فارسی اور یمن کے سکے رائج تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں انہی سکوں کے ذریعے لین دین ہوتا تھا۔تقی الدین احمد بن علی المقریزی(م۸۴۵ھ/ ۱۴۴۱ء) کے بیان کے مطابق اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے دور میں سکے بنائے گئے۔(۱۶) آپ نے ۱۸ھ میں یہ حکم دیا تھا کہ ساسانی طرز کے سکوں پر نئے سکے بنائے جائیں۔آپ نے بعض سکوں پر''الحمدللہ'' کچھ پر''محمد رسول اللہ'' اور بعض پر''لا الہ الا اللہ وحدہ'' کے لفظ کندہ کروائے۔(۱۷) اس دور کے بعض سکوں میں سے کچھ عراقی عجائب گھر میں اب بھی موجود ہیں۔(۱۸)

حضرت علی بن ابی طالبؓ

اسلامی معاشی فکر کے ارتقاء میں علی بن ابی طالبؓ کا کردار بھی نمایاں ہے۔ٹیکسوں کی وصول کے ضمن میں آپؓ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اگر عدل و انصاف سے ٹیکس وصول کیے جائیں تو آمدنی بڑھ جاتی ہے اور ظلم وستم کے نتیجہ میں آمدنی کم ہوجاتی ہے۔آپ نے جب اپنے عامل کو مصر کے خراج پر مقرر کیا تو تنبیہ کی کہ خراج کی وصولی میں عدل کو پیش نظر رکھنا۔اس سے خراج کی رقم میں

---

(۱۳) ابو یوسف، الخراج ص:۱۲۴،۱۲۵

(۱۴) ایضاً/ ۱۴۵

(۱۵) علی المتقی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، بیروت، مؤسۃ الرسالہ الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ ص:۵۴۹ تا ۵۸۷

(۱۶) المقریزی، تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر، کتاب النقود الاسلامیۃ، المسمی ''بشذور العقود فی ذکر النقود (تحقیق: محمد السید علی بحرالعلوم) قم: منشورات الشریف الرضی، الطبعۃ الخامسۃ ۱۳۸۷ھ/۸

(۱۷) دنوزطہ، عبدالواحد صورسیاسۃ الحجاج الثقفی المالیۃ فی العراق، مجلۃ المورد (تصدرھا وزارۃ الاعلام الجمھوریہ العراقیۃ) اعدد الثالث ۱۳۹۶ھ/ ۲۵

(۱۸) النقشبندی، السید ناصر محمود الدرھم الاسلامی المضروب علی الطراز الساسانی بغداد۔ المجمع العلمی العراقی ۱۳۸۹ھ/ ۳۸،۴۰

بھی اضافہ ہوگا اور آبادی کی فلاح و بہبود بھی ہوگی۔ جبکہ ظلم وستم سے نتائج اس کے برعکس نکلتے ہیں۔ محمد بن الحسین الشریف الرضی (م۴۰۶ھ/۱۰۱۵ء) نے نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

ولیکن نظرک فی عمارۃ الارض ابلغ من نظرک فی استجلاب الخراج لان ذلک لا یدرک الا بالعمارۃ ومن طلب الخراج بغیر عمارۃ اخرب البلاد واھلک العباد۔ (۱۹)

اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور جو آباد کیے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے۔

حضرت علیؓ ''التنمیۃ'' کی جگہ ''العمارۃ'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اور اس سے آپ ''عدل اجتماعی'' مراد لیتے ہیں۔ آپ مصر کے ایک عامل کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فافسح فی آمالھم وواصل فی حسن الثناء علیھم، و تعدید ما ابلی ذو والبلاء منھم فان کثرۃ الذکرلحسن افعالھم تھزالشجاع و تحرض النا کل ان شاء اللّٰہ۔ (۲۰)

پس ان کی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا۔ انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا، اور ان کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اس لیے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔ ان شاء اللہ

حضرت علیؓ نے صیغۂ مال میں بعض ایسی اصلاحات کیں جن سے اس کی آمدنی میں اضافہ ہوگیا۔ آپؓ کے عہد سے قبل جنگلات سے کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا تھا۔ امام ابو یوسف کے بیان کے مطابق آپ نے ان کو قابل ٹیکس قرار دیا۔ چنانچہ صحرائے برس سے چار ہزار درہم سالانہ آمدنی ہوتی تھی۔ (۲۱)

(۱۹) الشریف الرضی، محمد بن الحسین۔ نھج البلاغۃ (مع شرح الشیخ محمد عبدہ) بیروت دار المعرفۃ ۳/۹۶

(۲۰) ایضاً: ۹۳ (۲۱) ابو یوسف، الخراج/۹۵

تجارتی معاملات میں ناپ تول کے پیمانوں کی درستگی پر آپ نے کافی توجہ دی۔آپ دُرّہ لے کر بازار نکل جاتے تھے اور اشیاء فروخت کرنے والوں کو ناپ تول میں ایمان داری کی ہدایت کرتے۔ابن سعد ''طبقات'' میں لکھتے ہیں:

قال رایت علیا... ومعه درة له یمشی بها فی الاسواق و یا مرهم بتقوی اللّٰه وحسن البیع ویقول اوفوالکیل والمیزان.(۲۲)

کہا، میں نے (حضرت) علیؓ کو اس حالت میں دیکھا...اور ان کے ہمراہ درہ (چرمی ہنٹر) تھا۔ جسے وہ بازاروں میں لے جاتے تھے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرنے اور بیع میں خوبی کا حکم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ کیل (پیمانہ) اور ترازو کو پورا کرو۔

حضرت علیؓ کے نزدیک جب حکمران اور رعایا دونوں اپنے اپنے حقوق وفرائض سے آگاہ ہوں تو اس سے معاشی ترقی کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔قومی یکجہتی اور حاکم ومحکوم میں مکمل ہم آہنگی کا کسی ملک کی ترقی میں اہم کردار ہوتا ہے۔ایک ایسا معاشرہ جہاں رعایا کے حقوق چھینے جاتے ہوں، حکمران طبقہ اور رعایا کے مابین شکوک وشبہات جنم لیتے ہوں، ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا۔آپ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

واعظم ما افترض سبحانه من تلک الحقوق حق الوالی علی الرعیة و حق الرعیة علی الوالی فریضة فرضها اللّٰه سبحانه لکل علی کل، فجعلها نظاماً لالفتهم و عزاً الدینهم فلیت تصلح الرعیة الابصلاح الولاة ولاتصلح الولاة الا باستقامة الرعیة. فاذا ادت الرعیة الی الوالی حقه، وادی الوالی الیها حقها، عزالحق بینهم، وقامت مناهج الدین، واعتدلت معالم العدل... فصلح بذلک الزمان وطمع فی بقاء الدولة واذا غلبت الرعیة والیهااو احجف الوالی برعیته، اختلفت هنالک الکلمة

(۲۲) ابن سعد، ابوعبداللہ ابن سعد، الطبقات الکبری، بیروت، دار صادر للطباعۃ والنشر ۱۳۷۷ھ ۳/ ۲۸

وظهرت معالم الجور. (۲۳)

اورفرض شدہ حقوق میں سے ایک حاکم کا حق ہے رعایا پر۔ اور رعایا کا حق ہے حاکم پر۔ یہ خدا کا فرض (واجب) کردہ فریضہ ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک پر جسے عام انسانوں کی تنظیم اور ان کے دین کی عزت بنایا ہے۔ اب رعایا کی اصلاح حاکموں ہی کی اصلاح پر ہے اور ان کی اصلاح رعایا کی استقامت و استقلال پر موقوف ہے۔ تو جب رعایا والی کا حق پورا کردے اور حاکم محکوم کے حق ادا کردے تو "حق" ان لوگوں میں معزز اور دین کے راستے واضح اور عدل کے نشانات اعتدال حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح زمانے میں اصلاح اور حکومت کی بقاء کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب رعایا اپنے حاکم پر غالب آجائے یا حاکم رعایا پر ظلم کرنے لگے تو اتحاد کا خاتمہ اور ظلم کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور بھی ان کے معاشی فکر اور تجزیاتی رسائی کے بارے میں کافی معلومات مہیا کرتا ہے۔ ٹیکسوں کی وصولی میں جو بے اعتدالیاں پائی جاتی تھیں آپ نے ان کو دور کیا۔ آپ نے خراج کی وصولی کے متعلق اپنے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو یہ فرمان لکھا:

ان انظر الارض ولاتحمل خرابا على عامر ولا عامراً على خراب، وانظر الخراب فان اطاق شيئاً فخذ منه ماطاق واصلحه حتى يعمر، ولاتاخذ من عامر لايعتمل شيئاً، وما اجدب من العامر من الخراج فخذه في رفق و تسكين لا هل الارض، وآمرک ان لا تاخذ في الخراج الا وزن سبعة ليس فيها تبرولا اجور الصنبرا بين ولا اذابة الفضة ولا هدية النيروز والمهر جان ولا ثمن الصحف ولااجور الفيوج ولااجور البيوت و لا دراهم

۲۳۔ الشریف الرضی، نہج البلاغۃ ۲/ ۱۹۸۔۱۹۹

النكاح، ولا خراج على من اسلم من اهل الارض. (۲۴)

زمین کا جائزہ لو۔ محاصل کی تعین میں کسی ناکارہ زمین کو آباد زمین پر یا آباد زمین کو ناکارہ زمین پر نہ قیاس کرو۔ ناکارہ زمینوں کا جائزہ لینے پر اگر یہ اندازہ ہو کہ وہ کچھ محصول برداشت کر سکتی ہیں تو ان سے ان کی برداشت کے مطابق وصول کرو۔ اور ان کی اصلاح کی تدبیر کر کے ان کو پوری طرح قابل کاشت بنا دو۔ ایسی کارآمد زمین پر کوئی محصول نہ عائد کرو جو زیر کاشت نہ ہو۔ جن قابل کاشت زمینوں سے خراج وصول ہونا بند ہو گیا ہو ان کے معاملہ کو زمین والوں کے ساتھ نرمی اور سہولت برتتے ہوئے سلجھاؤ۔ اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خراج میں صرف وزن سبعۃ والے درہم لیا کرو جن میں جعلی یا ردی سکے نہ ہوں۔ سکہ ڈھالنے والوں کی اجرت اور چاندی پگھلانے کی اجرت نہ وصول کرو۔ نوروز اور مہرجان کے تحفے نہ لو۔ کاغذات کی قیمت اور ہرکاروں کی اجرت نہ وصول کرو۔ شب باشی کے مکانوں کا کرایہ اور پیشہ زنا سے ہونے والی آمدنی پر (ٹیکس) نہ لو۔ اور زمین والوں میں سے جو کوئی اسلام لائے اس پر خراج (یعنی جزیہ) نہیں عائد ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عام فرمان جاری کیا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان سے جزیہ نہ وصول کیا جائے۔ اس وجہ سے صرف مصر میں اتنے آدمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی کم ہوگئی۔ آپ کے ایک والی نے خط لکھ کر نومسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا:

وان الله جل ثناء ه بعث محمداً صلى الله عليه وسلم داعياً الى الاسلام ولم يبعثه جابياً فمن اسلم من اهل تلك الملل فعليه فى ماله الصدقة ولاجزية عليه. (۲۵)

اور بے شک اللہ جل شانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل بنا کر۔ ان مذاہب کے پیروؤں میں سے جو لوگ اسلام لے آئیں

(۲۴) ابو یوسف، الخراج/۹۳ (۲۵) ابو یوسف، الخراج/۱۴۲

ان کے ذمہ اپنے مال کی زکوٰۃ ہوگی۔ ان پر جزیہ نہیں عاید ہوگا۔

آپ نے تو یہ فرمان بھی جاری کر دیا کہ اگر کسی غیر مسلم کا جزیہ ترازو میں رکھا جا چکا ہو اور اس حالت میں بھی وہ اسلام قبول کر لے تو اس سے جزیہ نہ لیا جائے۔(۲۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک عامل نے ٹیکس کی وصولی کے لیے لوگوں کو سزا دینے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا۔(۲۷)

انہوں نے اپنے دور میں جس قدر ناجائز ٹیکس تھے سب موقوف کر دیے۔ ابو عبداللہ محمد ابن سعد (م۲۳۰ھ/ ۸۴۴ء) نے اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ (م۱۰۲ھ/ ۷۲۰ء) کو ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

> **ان صنع عن الناس المائدة والنوبة والمكس، ولعمرى ما هو بالمكس ولكنه، البخس الذى قال الله ولا تبخسوا الناس اشياء هم ولا تعثوا فى الارض مفسدين.** (۲۸)
>
> کہ لوگوں سے مائدہ، نوبہ اور مکس (محصول کے اقسام) اٹھالو۔ میری جان کی قسم یہ مکس نہیں ہے بلکہ بخس (نقصان) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں کی چیزوں میں خیانت نہ کرو اور نہ زمین میں فساد کرتے پھرو۔

بعض عمال چیزوں کا نرخ گھٹا کر کم قیمت پر خرید لیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ قانون بنادیا کہ کوئی عامل کسی فرد کا مال کم قیمت پر نہیں خرید سکتا۔ فارس کے والی کو آپ نے لکھا:

> **بلغنى ان عمالك بفارس يخرصون الثمار على اهلها ثم يقومونها بسعر دون سعر الناس الذى يتبايعون به فيا خذونه ورقاً على قيمتهم التى قوموها وان طوائف من الاكراد يا خذون العشر من الطريق، ولو علمت انك امرت بشئى من ذلك او رضيته بعد علمك به ماناظرتك ان شاء الله بما تكره.** (۲۹)
>
> مجھے معلوم ہوا ہے کہ فارس کے تمہارے ماتحت عہدہ دار پھلوں کو ان کے

---

(۲۶) ابن سعد، طبقات ۳۵۶/۵۔ ابو یوسف الخراج، ۱۴۹

(۲۷) ابن سعد، طبقات ۳۸۳/۵ (۲۹) ابن سعد، طبقات ۳۹۲/۵

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيق ☆

مالکوں کے پاس اندازہ کرکے قیمت ایسے نرخ سے لگاتے ہیں جس پر لوگ باہم خرید وفروخت نہیں کرتے۔ اس اندازہ کی ہوئی قیمت پر اس کی چاندی لیتے ہیں اور کردوں کے چند گروہ راستے سے عشر (آمدنی کا دسواں حصہ) وصول کرتے ہیں۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ان امور میں سے تم نے کسی امر کا حکم دیا ہے یا اس کے معلوم ہونے کے بعد تم اس پر راضی ہو تو ان شاء اللہ میں کوئی ایسی بحث نہ کرتا جو تمہیں ناگوار معلوم ہوتی۔

آپ نے اپنے دور میں کفالت عامہ کا بہترین انتظام کیا۔ عدی بن ارطاۃ کو لکھا:

فانظر اهل الذمة فارفق بهم، واذا اكبر الرجل منهم وليس له مال فانفق عليه فان كان له حميم فمر حميمه ينفق عليه.(۳۰)

ذمیوں کے حال پر نظر کرو اور ان کے ساتھ مہربانی کرو جب ان میں سے کوئی بوڑھا ہو جائے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس پر تم خرچ کرو۔ اگر اس کا کوئی دوست ہو تو حکم دو کہ وہ اس پر خرچ کرے۔

ابوحنیفہؒ النعمان بن ثابت

اسلامی تاریخ میں ابوحنیفہ (النعمان بن ثابت) کے معاشی افکار ونظریات بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ خود ایک بڑے تاجر تھے۔ اس لیے فقہ کے مالی مسائل میں تاجرانہ انداز فکر سے متاثر نظر آتے ہیں۔ آپ نے ایک معاشی مفکر کی حیثیت سے خرید وفروخت کے معاملات میں رہنمائی دی ہے۔ تجارت سے متعلق آپ کے معاشی افکار حنفی فقہ کی کتب میں ملتے ہیں۔ آپ نے خرید وفروخت کے چار اصول پیش کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(الف) جو چیز بدل میں لی جائے اس سے واقفیت ضروری ہے۔

(ب) معاملہ کرتے وقت ہر قسم کے سود سے بچنا چاہیے۔

(ج) خرید وفروخت کے معاملات میں جہاں نص نہ ہوگی، عرف کو معتبر سمجھا جائے گا۔

---

(۳۰) ایضاً ۵/۳۸۰

(د) تمام معاملات میں امانت داری اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔(۳۱)

لوگوں کو باہمی جھگڑوں سے بچانے کے لیے آپ نے بیع سلم میں چھ امور کی وضاحت ضروری قرار دی ہے۔

(۱) تعریف وتعیین جنس
(۲) تعیین نوع، اگر اس کے مختلف انواع ہوں۔
(۳) تعیین مقدار
(۴) وضاحت اوصاف
(۵) تعیین مدت
(۶) اس مقام کی تعیین جہاں مسلم فیہ(وہ غلہ وغیرہ اشیاء جن کی بیع کی جائے)سپرد کیا جائے۔(۳۲)

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ نے "کتاب الخراج" میں خراجی زمینوں کے محاصل پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ان زمینوں کے اسلامی مملکت میں شامل ہونے اور ان کے نظام محاصل کی پوری تاریخ بیان کرنے کے بعد انہوں نے نظام المساحہ اور نظام المقاسمہ کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ آپ بڑی تفصیل سے وہ واقعات سامنے رکھتے ہیں جن میں اس نئے نظام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ لکھتے ہیں:

> نظرت فی خراج السواد وفی الوجوه التی یجبی علیها وجمعت فی ذلک اهل العلم بالخراج وغیرهم و ناظرتهم فیه فکل قد قال فیه بما لا یحل العمل به، فناظر تهم فیما کان وظف علیهم فی خلافة عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی خراج الارض واحتمال ارضهم اذ ذاک لتلک الوظیفة.(۳۳)

میں نے سواد کے خراج اور اس کے محاصل وصول کرنے کے طریقوں پر غور

(۳۱) ابوزھرہ، محمد بن احمد۔ ابوحنیفة حیاته وعصره۔ آراؤہ وفقهه (مترجم غلام احمد حریری) فیصل آباد۔ ملک سنز/خلاصہ ص ۶۱۰ تا ۶۱۳

(۳۲) ایضاً ۶۱۷، ۶۱۸ (۳۳) ابو یوسف، الخراج/۵۱ .

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی ☆

کیا۔ اس سلسلہ میں میں نے خراج کے متعلق علم رکھنے والوں اور دوسرے حضرات کو جمع کر کے ان سے بحث و مذاکرہ بھی کیا۔ کیونکہ ہر ایک نے اس باب میں ایسی آراء ظاہر کی ہیں جن پر عمل جائز نہیں ہوگا۔ میں نے ان سے محاصل کی بابت گفتگو کی جو عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت میں ان لوگوں پر زمین کے خراج کے طور پر عائد کیے گئے تھے اور یہ بات سامنے رکھی کہ اس وقت ان کی زمینیں ان محاصل کا بار برداشت کر سکتی تھیں۔

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

فذکرو ان العامر کان من الارضین فی ذلک الزمان کثیراً وان المعطل منها کان یسیراً ووصفوا کثرة العامر الذی لایعمل وقلة العامر الذی یعمل وقالوا لو اخذنا بمثل ذلک الخراج الذی کان حتی یلزم للعامر المعطل مثل ما یلزم للعامر المعتمل، ثم نقوم بعمارة ما هوا الساعة غامر ولا نحرثه لضعفنا عن اداء خراج مالم نعمله وقلة ذات ایدینا فاما ما تعطل منذمائة سنة واکثر واقل فلیس یمکن عمارة ولا استخراجه فی قریب ولم یعمر ذلک حاجة الی مؤنة و نفقة لا تمکنه، فهذا عذرنا فی ترک عمارة ما قد تعطل. (۳۴)

لیکن ان لوگوں نے یہ کہا کہ اس زمانہ میں زیادہ تر زمینیں آباد تھیں اور ایسی زمینیں کم تھیں جن پر کاشت نہ کی جا رہی ہو اور اب ایسی کارآمد زمینیں زیادہ ہیں جن پر کاشت نہیں کی جا رہی ہے۔ اور ایسی کارآمد زمینیں کم ہیں جن پر کاشت بھی کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم سے اب بھی خراج کی وہی شرحیں وصول کی گئیں جو (حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مقرر کی گئی) تھیں تو ان کارآمد زمینوں پر جو زیر کاشت نہیں ہیں وہی مالیہ عائد ہوگا جو زیر کاشت

۳۴۔ ابو یوسف، الخراج ۵۲

زمینوں پر ہوگا اور پھر ہمیں (لازماً) ان زمینوں کی آباد کاری کا انتظام کرنا ہوگا جو آج کل بالکل بنجر ہو چکی ہیں حالانکہ ان کی کاشت ہم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایک تو ہم ان زمینوں کا خراج ادا کرنے سے بھی قاصر ہو رہے ہیں جو زیر کاشت نہیں ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سرمایہ بھی بہت کم ہے۔ رہیں وہ زمینیں جو کم و بیش سو سال سے بے کار پڑی ہیں تو بھی مستقبل قریب میں ان کی بازیافت اور آباد کاری کا امکان نظر نہیں آتا۔ ایسی زمینوں کو آباد کرنے والوں کو اتنے زیادہ مصارف برداشت کرنے ہوں گے جو سر دست استطاعت سے باہر ہیں۔ معطل زمینوں کی آباد کاری سے گریز کا ہمارے پاس یہی عذر ہے۔ اس کے بعد امام ابو یوسف کہتے ہیں:

فرایت ان وظیفة من الطعام. کیلا مسمی او دراهم مسماة توضع علیهم مختلفاً. فیه دخل علی السلطان وعلی بیت المال وفیه مثل ذلک علی اهل الخراج بعضهم من بعض اما وظیفة الطعام فان کان رخصافا حشاً لم یکتف السلطان بالذی وظف علیهم ولم یطب نفساً بالحط عنهم ولم یقوا بذلک الجنود ولم تشحن به الثغور، واما غلاء فاحشاً لا یطیب السلطان نفساً بترک ما یستفضل اهل الخراج من ذلک. (۳۵)

(ان باتوں پر غور کرنے کے بعد) اب میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ محصول کے طور پر غلہ کی کوئی متعین مقدار یا درہموں کی کوئی متعین تعداد مختلف شرحوں کے ساتھ ان پر عائد کرنا سلطان اور بیت المال کے لیے نقصان کا باعث ہوگا۔ یہ شکل خراج ادا کرنے والی رعایا کے باہمی معاملات کے لیے بھی مضر ہوگی۔

جہاں تک متعین مقدار غلہ کی شکل میں خراج عائد کرنے کا سوال ہے تو اگر غلہ بہت زیادہ

۳۵۔ ابو یوسف، الخراج/۵۲

ستا ہوا تو سلطان اس مقدار کو کافی نہیں سمجھے گا جو ان پر عائد کی گئی ہے اور نہ وہ بطیب خاطر اس تخفیف کو گوارا کرے گا۔ ان (تھوڑے محاصل) کے ذریعہ فوجوں کی ضروری قوت نہ بہم پہنچائی جا سکے گی اور سرحدوں پر فوجی چوکیوں کا قیام وانتظام ٹھیک طرح نہ ہو سکے گا۔ اگر غلہ بہت زیادہ گراں ہوا تو خراج ادا کرنے والوں کو مقدار مقررہ زیادہ معلوم ہوگی لیکن سلطان کو اس میں تخفیف گوارا نہیں ہوگی۔

نظام المساحۃ کی ایک اور خراج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ابو یوسف رقمطراز ہیں:

واما ما يدخل على اهل الخراج فيما بينهم فلا بدلها تين الطبقتين من مساحة اوطرادة واى ذلک کان غلب عليه اهل القوة اهل الضعف و استاثروا به وحملوا الخراج على غير اهله وعلى الانكار مع اشياء كثيرة تدخل فى ذلک لولا ان تطول لفسر تها.(۳۶)

(غلہ کی مقررہ مقدار یا دراہم کی متعینہ تعداد وصول کرنے کی شکل میں) خراج ادا کرنے والوں کو ایک دوسرے سے جو نقصان پہنچتا ہے اس کی نوعیت یہ ہے کہ ان محاصل کی تحصیل کے لیے (کھیتوں کی) پیمائش یا کسی اور طرح کے نشانات قائم کرنا ناگزیر ہوگا۔ ان میں سے جو شکل بھی اختیار کی جائے، طاقت ور لوگ کمزوروں پر مسلط ہو جائیں گے۔ یہ کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیں گے اور خراج کا بار ان لوگوں کے سر ڈال دیں گے جن پر اس کا بار نہیں پڑنا چاہیے۔ باوجود ان کے احتجاج و انکار کے ایسا ہی ہوگا۔ اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور بہت سی قابل توجہ باتیں سامنے آتی ہیں۔ اگر طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان سب کو وضاحت سے بیان کرتا۔

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے امام ابو یوسفؒ کے معاشی افکار کے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) حضرت عمرؓ کے دور میں نظام المساحہ، زمین کی حالت کے مطابق درست تھا۔ اس طریقہ سے

---

(۳۶) ابو یوسف الخراج ۵۳

کاشتکاروں میں زیادہ محنت اور عمل کا جذبہ پیدا ہوا۔ زمین کی آبادکاری میں اضافہ ہوا۔ اشیاء کی قیمتیں کم ہوئیں۔

(۲) حضرت عمرؓ کے دور کے اقتصادی حالات اب بدل چکے ہیں۔ کچھ اراضی نمکینی اور کم محنت کی وجہ سے خراب ہوچکی ہیں۔ اس دور میں آباد زمینیں زیادہ تھیں اور ایسی زمینیں کم تھیں جن پر کاشت نہیں کی جا رہی ہو۔لیکن اب ایسی کار آمد زمینیں زیادہ ہیں جن پر کاشت کی جا رہی ہے۔اس لیے حالات میں تبدیلی کا تقاضا یہ ہے کہ نظام میں بھی تبدیلی کی جائے۔

(۳) زرعی زمینوں پر متعین مقداروں میں محصول عائد کرنا عدل کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ یہ طریقہ سلطان اور کاشتکار دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔فرض کریں کہ محصول غلہ کی ایک متعین مقدار کی شکل میں عائد کیا گیا ہے۔ اب غلہ کی قیمت میں کمی ہوگی یا اضافہ ہوگا۔ اگر قیمت میں کمی واقع ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلطان کو جو کچھ وصول ہوگا اس کی فروخت سے اس کو اس سے کم آمدنی ہوگی جو غلہ کے سستا ہونے سے پہلے ہوئی تھی۔ چونکہ ریاست کے اخراجات مثلاً فوجیوں کی تنخواہیں، سرحدی چھاؤنیوں کی تعمیر وغیرہ نقد رقوم کے ذریعے پورے کیے جاتے ہیں لہٰذا آمدنی میں کمی سے یہ ذمہ داریاں پوری نہ ہوسکیں گی۔ اگر غلہ کی قیمت میں اضافہ ہوگا تو اس صورت میں کاشتکاروں کو غلہ کی ایک متعین مقدار دینا گراں گزرے گا۔

(۴) اگر خراج نقدی کی صورت میں متعین ہوگا تو اس کے نتائج حکومت اور کاشتکار دونوں کے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ قیمتیں بلند ہونے کی صورت میں حکومت اور مزارعین دونوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس طرح قیمتوں کے بڑھنے اور کم ہونے کی صورت میں نظام المساحہ مناسب نہیں ہے۔ یہ نظام حکومت اور کاشتکار دونوں کے حقوق چھیننے والا ہے۔

(۵) یہ نظام عنقریب کاشتکاروں کے مابین ایک دوسرے پر ظلم کرنے کا سبب بنے گا۔ قوی لوگ کمزوروں پر ظلم کریں گے۔ زراعت کے شعبہ میں تمام ممکنہ فوائد وہ حاصل کرلیں گے جبکہ کمزوروں کے لیے کچھ نہیں چھوڑیں گے۔ خراج کا سارا بوجھ کمزوروں پر ڈال دیا جائے گا اور کاشتکاروں کے درمیان جھگڑے وفسادات بڑھ جائیں گے۔

☆من استعجل الشئی قبل اوانہ عوقب محرمانہ☆

محمد بن الحسن الشیبانیؒ

محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے بھی معاشی امور پر بحث کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''الاکتساب فی الرزق المستطاب میں ''کسب'' کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''الاکتساب فی عرف اللسان تحصیل المال بما یحل من الاسباب'' (۳۷)

امام محمد نے ''الکسب'' کی اہمیت پر بھی بحث کی ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح ایک مسلمان کے لیے نماز روزہ کی پابندی ضروری ہے، اسی طرح حلال ذرائع سے اکتساب مال کے لیے جدوجہد کرنا بھی فرض ہے۔ (۳۸)

آپ نے بعض لوگوں کے اس نظریہ کی تردید کی ہے کہ ''کسب'' ''توکل'' کے منافی ہے۔ اورصرف ناگزیر ضرورت کے تحت ہی معاشی جدوجہد کرنی چاہیے۔ اوراس کے علاوہ حرام ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> **وقال قوم من جهال اهل التقشف و حماقى اهل التصوف. ان الكسب حرام لايحل الا عند الضرورة بمنزلة تناول الميتة، و قالوا ان الكسب ينفى التوكل على اللّٰه اوينقص منه وقد امرنا بالتوكل قال تعالى ''فتوكلوا ان كنتم مومنين. فما يتضمن نفى التوكل يكون حراما. والدليل على انه ينفى التوكل قوله صلى اللّٰه عليه وسلم لو توكلتم على الله حق التوكل لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصاً و تروح بطاناً و قال تعالى وفى السماء رزقكم وما تو عدون. وفى هذا حث على ترك الاشتغال بالكسب، وبيان ان ما قدرله من الموعود ياتيه لا محالة وقال عزوجل وامر اهلك بالصلاة واصطبر عليها لانسالك رزقا. نحن نرزقك والعاقبة للتقوى. والخطاب وان كان لرسول اللّٰه**

(۳۷) الشیبانی، محمد بن الحسن الاکتساب فی الرزق المستطاب، دمشق مطبعۃ الانوار، ۱۹۳۸ء/۳۲
(۳۸) ایضاً/۳۴

صلی اللّٰہ علیہ وسلم فالمراد منه امته فقد امرو بالصبر والصلاۃ و ترک الاشتغال بالکسب وبطلب الرزق.(۳۹)

امام محمد مزید لکھتے ہیں:

والدلیل علیه ان اللّٰہ تعالیٰ امر بالانفاق علی العیال من الزوجات والاولاد و المعتدات. ولا یتمکن من الانفاق علیھم الابتحصیل المال بالکسب.(۴۰)

امام محمد لکھتے ہیں کہ "کسب" کی چار اقسام ہیں:

(الف) اجارہ

(ب) تجارت

(ج) زراعت

(د) صنعت وحرفت(۴۱)

آپ کا نظریہ یہ ہے کہ تجارت کی نسبت زراعت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ انسان کی بنیادی ضروریات زندگی زراعت ہی سے وابستہ ہیں۔(۴۲)

امام محمدؒ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان کی معاشی حاجات (Economic demands) بہت زیادہ ہیں اس لیے اقتصادی ترقی کے لیے تقسیم عمل کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ہر انسان کو جہاں اپنی معاشی حاجات پوری کرنی ہوتی ہیں وہاں دوسرے انسانوں کی حاجات بھی اس سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اس لیے انسان معاشرہ میں ہی زندگی گزار سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

وقدرلھم المعاش باسباب فیھا حکمة بالغة، یعنی ان کل احد لایتمکن من تعلم جمیع مایحتاج الیه فی عمره، فلواشتغل بذالک فی عمره قبل ان یتعلم لایمکنه ان یحصله لنفسه، وقد تعلق بھذا مصالح المعیشة لھم، فیسر اللّٰہ تعالیٰ علی کل واحد منھم تعلم نوع من ذلک حتی یتوصل الی مایحتاج الیه منه

---

(۳۹) الشیبانی، محمد بن الحسن الاکتساب فی الرزق المستطاب، دمشق مطبعۃ الانوار، ۱۹۳۸ء/ ۳۷

(۴۰) ایضاً/ ۳۶۔۴۷ (۴۱) ایضاً/ ۶۳ (۴۲) ایضاً/ ۶۵

ذلک النوع بعمله ويتوصل غيره الى مايحتاج اليه من ذلک بعمله ايضا واليه اشار رسول اللّٰه صلى عليه وسلم فى قوله المومنون كالبنيان يشد بعضه بعضاً وبيان هذا فى قوله تعالىٰ ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات. الاية، يعنى ان الفقير يحتاج الى مال الغنى، والغنى، يحتاج الى عمل الفقير، فهنا الزارع يحتاج الى عمل النساج ليحصل اللباس لنفسه، والنساج يحتاج الى عمل الزارع لتحصيل الطعام، والقطن الذى يكون منه اللباس لنفسه، ثم كل واحد منهما يقيم من العمل مايكون معينالغيره. (۴۳)

یحییٰ بن آدم القرشی

معاشیات پر یحییٰ بن آدم القرشیؒ کی کتاب کا نام ''کتاب الخراج'' ہے۔ آپ نے اس کتاب میں خراج کے مختلف مسائل سے متعلق احادیث وآثار کو اپنی سند کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ آپ زکوٰۃ، عشر خراج، جزیہ غنیمت، فئے اور زمین کے متعلق مسائل بیان کرتے ہیں۔ کتاب الخراج میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

قال يحيىٰ: وسالت ابا اياس فقال البعل والعشرى والعذى، هوالذى يسقى بماء السماء قال يحيىٰ واذا كانت الارض يسقى بعضها فتحاً ويسقى بعضها بالغرب فيخرج فيها كلها خمسة اوساق، فانه يزكى بالحصة ما سقى فتحاً فالعشر، وما سقى بالغرب فنصف العشر والعشرى ما يزرع بالسحاب والمطر خاصة، ليس يسقى الابما يصيبه من المطر، فذلک العشرى، والبعل ما كان من الكروم، قد ذهب عروقة فى الارض الى الماء فلا يحتاج الى السقى الخمس سنين والست، يحتمل ان يترک

(۴۳) الشیبانی، محمد بن الحسن الاکتساب فی الرزق المستطاب، دمشق مطبعۃ الانوار، ۱۹۳۸م/ ۷۵۔۷۶

السقی فهذا البعل، والسیل ماء الوادی اذا سال، فاما الغیل فهو سیل دون السیل الکبیر، اذا سال القلیل بالماء الصافی فهو الغیل، والعذی ماء المطر. (۴۴)

یحیٰ نے کہا، میں نے ابوایاس سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ بعل عشری اورعذی وہ زراعت ہے جس کی سینچائی بارش سے ہو، اور جب مزروعہ زمین کا کچھ نالی سے اور کچھ حصہ ڈول سے سینچا جائے اور اس سے کل پانچ وسق پیداوار ہوتو جو حصہ نالی سے سینچا جائے اس میں عشر ہے اور جو حصہ ڈول سے سینچا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ اورعشری وہ زراعت ہے جو خاص طور سے بارش کے پانی سے بوئی جائے اس کوعشری کہتے ہیں اور بعل؟ کی وہ بیل ہے جس کی جڑیں زمین میں پانی تک پہنچ جائیں جس کی وجہ سے پانچ چھ سال تک سینچائی کی ضرورت نہ پڑے بلکہ یوں ہی چھوڑ دی جائے۔ اس کو بعل کہتے ہیں اور سیل (سیلاب) وادی کا پانی ہے جب بہتا ہو اور غیل بڑے سے کم سیل ہے جب کہ اس کا صاف ستھرا پانی تھوڑا بہتا ہو۔ اورعذی بارش کا پانی ہے۔

یحیٰ بن آدمؒ کی یہ تحقیق کئی علماء ومحدثین نے اپنی کتب میں درج کی ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے وسق اور صاع کے متعلق محققانہ روایات درج کی ہیں۔ نیز بعض ایسی نادر باتیں بیان کی ہیں جو اور کتابوں میں نہیں ملتی ہیں۔ مثلاً باب ”**ماسقت السماء اوسقی بغروب**“ کے آخر میں لکھتے ہیں:

فیما بین مکة والیمن مواضع یذرعون فی السنة مرتین، قالوا! نزرع حین تسقط الثریا، فیحصدونه ویفرغون منه الی خمسة اشهر ونحوها، ثم یذرعون عند طلوع مرزم الجوزاء وهوا الشعری، ویزرعون العلس وهو حنطة حب صغار فی اکمامه فی

---

(۴۴) یحیٰ بن آدم القریشی، کتاب الخراج (تصحیح وتعلیق، احمد محمد شاکر) لاہور، المکتبة العلمیة طبع ۱۳۹۵ھ/۱۴۶

☆ لاثواب الا بالنیة ☆ (فقہی ضابطہ)

كل كمه حبتان ويزرعون المابية حب ايضاً صغار حنطة، ويزرعون السلت، وهو شعير الا انه ابيض صغار و ليس له قشور، ومنه اخصر، ويزرعون الزرة وهو حب مثل الحنطة الا انه يوكل كما يوكل الارز، ومنهم من يخبزه كما يخبز الا رزايضاً.(۴۵)

مکہ اور یمن کے درمیان کچھ ایسے مقامات ہیں جہاں کے لوگ سال میں دو مرتبہ کاشت کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک فصل ثریا کے ڈوب جانے کے بعد بوتے ہیں اور تقریباً پانچ ماہ میں اس کی کٹائی وغیرہ سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری فصل مرزم جوزا یعنی شعریٰ کے طلوع پر بوتے ہیں۔ اس میں علس، مابیہ، سلت اور زرہ کی کاشت کرتے ہیں۔ علس چھوٹے دانے کا گیہوں ہے جس کے ہر چھلکے میں دو دانے ہوتے ہیں۔ مابیہ بھی چھوٹے دانے کا گیہوں ہے۔ سلت چھوٹے دانے کا سفید جو ہوتا ہے۔ جس میں چھلکا نہیں ہوتا۔ اس کی ایک قسم سبزی ہوتی ہے۔ اور ذرہ (مکئی) گیہوں کے مانند ایک دانہ ہے جو چاول کی طرح پکا کر کھایا جاتا ہے۔ بعض لوگ چاول کی روٹی کی طرح اس کی بھی روٹی بناتے ہیں۔

ابوعبید القاسم بن سلامؒ

ابوعبید القاسم بن سلامؒ نے ''کتاب الاموال'' میں زکوۃ، عشر، جزیہ اور معدنیات پر خمس کے بارے میں ان کی جزئیات تک بحث کی ہے۔ امام ابوعبید القاسمؒ فرماتے ہیں اہل عراق دراصل عشور (تجارت کے سامان پر چنگی) کو زکوۃ سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عشور کو زکوۃ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ زکواۃ تو سال گزرنے کے بعد وصول کی جاتی ہے جبکہ عشور نیا سامان درآمد و برآمد کرنے پر بغیر سال گزرے وصول کیا جاتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سفیان کا قول سب

(۴۵) یحییٰ، الخراج / ۱۴۷

☆ الاجر والضمان لایجتمعان ☆ اجرت اور ضمانت ایک ہی شی میں جمع نہیں ہوسکتیں ☆

سے زیادہ مبنی بر عدل اور حضرت عمرؓ کے منشاء سے زیادہ مشابہ ہے۔(۴۶)

ابوعبید جزیہ اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو ذمیوں سے طے شدہ شرائط کے مطابق وصول کیا جائے، اور جس کی وجہ سے ان کا قتل رک جاتا ہے اور ان کے اموال کی حرمت ہو جاتی ہے۔ آپ کے نزدیک جزیہ صرف بالغ مردوں سے لیا جائے گا۔ عورتوں اور بچوں سے نہیں لیا جائے گا۔(۴۷)
ابوعبید جزیہ میں لی جانے والی رقم کی کوئی حد متعین نہیں کرتے وہ اس کے تعین کی ذمہ داری اسلامی حکومت کے سربراہ پر ڈالتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں چند اصولوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ مثلاً جزیہ ذمیوں کی طاقت برداشت کے مطابق مقرر کیا جائے۔(۴۸)

ابوعبیدؒ کے نزدیک حضرت عمرؓ نے جن زمینوں پر خراج لیا تھا وہ گویا زمین کا کرایہ تھا۔ آپ خراج کو زمین کے کرایہ سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ خراج ان زمینوں کی آمدنی کا نام ہے جو مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت (فئے) قرار پائی ہیں۔ عموماً ان زمینوں پر وہی غیر مسلم لوگ کام کرتے ہیں جو پہلے سے وہاں آباد ہوتے ہیں۔(۴۹)

ابوعبید اقطاع (جاگیر) کے بارے میں کہتے ہیں ''میرے نزدیک اقطاع انہی زمینوں میں جائز ہے جو غیر آباد اور بے کار ہوں یا پرانے زمانہ میں کاشت ہو چکنے کے بعد اب پھر غیر کاشت حالت میں باقی رہ گئیں ہوں اور ان پر کوئی آباد نہ رہا ہو۔ اور اس زمین کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار امام کو حاصل ہو جائے۔ نیز یہ لفظ ہر ایسی زمین پر بھی مشتمل ہے جسے کسی نے آباد نہ کیا ہو اور نہ وہ کسی مسلمان کی ملکیت میں ہو نہ معاہد کی۔(۵۰)

ابوعبید نے اپنے دور میں رائج ناپ تول کے پیمانوں مثلاً صاع، رطل وغیرہ کی مقدار کی تحقیق بھی کی ہے۔ انہوں نے کتاب الاموال کے باب ۴۷ میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے متعدد ایسے خطوط اور خطبے نقل کیے ہیں جن سے معاشی نکات اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

قدامہ بن جعفر الکاتبؒ

قدامہ بن جعفر الکاتبؒ کی مشہور کتاب ''الخراج وصناعۃ الکتابۃ'' ہے۔ انہوں نے یہ کتاب

(۴۶) ابوعبید، القاسم بن سلام، کتاب الاموال (مترجم عبدالرحمن طاہر سورتی) ۲/۳۰۴
(۴۷) ایضاً ۱/۱۵۷ (۴۸) ایضاً س ۱۶۲ (۴۹) ایضاً /۲۰۲ (۵۰) ایضاً /۴۱۹

☆ درء المفاسد اولی من جلب المصالح ☆

اس وقت تحریر کی جب وہ محکمہ مال کے مختلف عہدوں پر تقریباً بیس سال تک کام کر چکے تھے۔(۵۱) اس کتاب میں قدامہ نے مالی نظام پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ، ہر ضلع سے وصول ہونے والے مالیے کی رقم بھی تحریر کی ہے۔ سواد عراق کے مختلف علاقوں سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کا مفصل گوشوارہ دیا ہے۔ کن کن اشیاء پر ٹیکس لگایا جاتا تھا اور مختلف شہروں سے ٹیکس کے طور پر کتنی رقم اور اشیاء وصول ہوتی تھیں۔ اس بارے میں قدامہ بن جعفرؒ نے کافی معلومات مہیا کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قدامہ بن جعفر نے عباسی سلطنت کے ہر علاقہ کی دولت وثروت کا ایک خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔(۵۲)

قدامہ بن جعفر نے، ابن خردازبہ کی کتاب المسالک والممالک ابوعبید کی کتاب الاموال، اور یحیٰی بن آدمؒ کی ''کتاب الخراج'' سے بھی استفادہ کیا ہے۔(۵۳)

انہوں نے جزیہ، خراج، فئے اور غنیمت وغیرہ مسائل پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ نیز ملکی سکوں کے بارے میں کافی معلومات دی ہیں۔

ابو محمد علی بن احمد ابن حزمؒ

ابو محمد علی بن احمد ابن حزمؒ نے کفالت عامہ کا ایک واضح اور جامع تصور پیش کیا ہے۔ بالخصوص ہنگامی حالات میں ابن حزم نے حاکم کو اختیار دیا ہے کہ اگر غریب طبقہ کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں تو وہ ان محروم المعیشت افراد کی کفالت کے لیے جبراً بھی لے سکتا ہے۔(۵۴) وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو ضروریات زندگی کم سے کم اس معیار کی فراہم ہونی چاہیے۔

(الف) غذا: ایسی غذا جو ان کی زندگی اور ضروریات کارکردگی کے لیے ناگزیر ہو۔

(ب) لباس: ایسا لباس جو کہ گرمی وسردی میں صحت وقوت کو برقرار رکھے۔

(ج) مکان: ایسا مکان جو بارش اور گرمی کے برے اثرات سے انہیں محفوظ رکھے اور راستوں پر چلنے والوں کی نظروں سے ان کی خلوت کی پردہ داری ہو سکے۔(۵۵)

---

(۵۱) رفاعی، طلال جمیل الدکتور، مقدمہ، المنزلۃ الخامسۃ من کتاب الخراج وصنعۃ الکتابۃ مکۃ المکرمۃ، مکتبۃ الطالب الجامعی، الطباعۃ الاولی ۱۴۰۷ھ/۱۳

(۵۲) دیکھئے، قدامۃ بن جعفر الکاتب، نبذ من کتاب الخراج و صنعۃ الکتابۃ لیدن، مطبع بریل ۱۳۰۶ھ

(۵۳) الزبیدی، محمد حسین، شرح وتحقیق کتاب الخراج وصناعۃ الکتابۃ بغداد، وزارۃ الثقافۃ والا علام، الطبعۃ الاولی ۱۹۸۱/۱۲

(۵۴) ابن حزم، ابو محمد علی ابن احمد بن سعید، المحلی (تحقیق لجنۃ احیاء التراث العربی) بیروت، منشورات دارالافاق الجدیدۃ ۱۵۶/۶ (۵۵) ایضاً

گردش دولت جو قرآن کا منشاء ہے اور کسی ملک کی معاشی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کا واضح اور جامع تصور ابن حزمؒ کے افکار میں ملتا ہے۔ ابن حزم کا نظریہ یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز نہیں ہونی چاہیے بلکہ معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد میں تقسیم ہو۔ مثلاً غیر وارث اقارب کے سلسلے میں دیگر فقہاء وصیت کی فرضیت کو نہیں مانتے لیکن ابن حزم کا موقف یہ ہے کہ وصیت غیر وارث اقارب کے لیے فرض ہے۔ وصیت کنندہ کو چاہیے کہ اتنے مال میں وصیت کرے جس سے اس ثابت شدہ فریضے کی تکمیل ہو جائے۔ چونکہ ان کے نزدیک وصیت واجبہ کا ترک ظلم کے مترادف ہے اس لیے یہ کام حاکم یا قاضی کے سپرد ہوگا کہ وہ وصیت کے نافذ کی نگرانی کرے یا عدم وصیت کی صورت میں متاثرین کو ان کے حقوق دلائے۔(۵۶)

مصری حکومت نے ابن حزم کے اس نظریہ کی روشنی میں یتیم پوتے کی میراث کا قانون بنایا ہے۔ اس طرح مصری قانون نمبر ۷۱ مجریہ ۱۹۴۶ء کی دفعات نمبر ۷۹۔۷۶، ابن حزمؒ کی کتاب "المحلی" سے ماخوذ نظر آتی ہیں۔

میت کے ترکہ میں سے جتنے حقوق وابستہ ہیں، ابن حزمؒ ان میں حقوق اللہ مثلاً حج اور کفارہ وغیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ خداوندی حقوق میت کی تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہیں۔(۵۷)

ترکہ کی تقسیم کے وقت اگر یتیم و مسکین جمع ہوں تو انہیں کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے۔ دیگر فقہا یہی رائے رکھتے ہیں۔ لیکن ابن حزم کی رائے میں یہ عطیہ اختیاری نہیں بلکہ وجوبی ہے۔ لہٰذا اگر ورثاء دینے سے انکار کریں تو حاکم ان سے جبراً دلائے۔ وہ کہتے ہیں کہ ترکہ کی مالیت اور حصص کے اعتبار سے حاکم، یتامیٰ و مساکین کے حصے کا تعین کر سکتا ہے۔(۵۸)

ابن حزمؒ کے معاشی افکار میں محنت کش طبقہ کے حقوق کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی چیرہ دستیوں اور مظالم سے مزدور کو محفوظ رکھنے کے لیے ابن حزم کے افکار میں بہت کشش ہے۔ مثلاً وہ دیگر فقہاء کی رائے کے برعکس اجیر مشترک اور اجیر خاص میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک دونوں سے نقصان ہونے کی صورت میں کسی قسم کا تاوان نہیں لیا جائے گا۔

---

(۵۶) ابن حزم، ابو محمد علی ابن احمد بن سعید، المحلی (تحقیق لجنة احیاء التراث العربی) بیروت، منشورات دار الآفاق الجدیدة ۳۱۶/۹ (۵۷) ایضاً ۲۵۳/۹ (۵۸) ایضاً ۳۱۰، ۳۱۱

ابن حزمؒ "المحلی" میں لکھتے ہیں:

ولاضمان علی اجیر مشترک او غیر مشترک ولا علی صانع اصلا الا ماثبت انه تعدی فیه او اضاعه والقول فی کل ذلک مالم تقم علیه بینة قوله مع یمینه۔(۵۹)

اور اجیر مشترک ہو یا خاص یا کاریگر ہو اس پر مال میں نقصان ہو جانے یا ہلاک ہو جانے سے کوئی تاوان نہیں آتا تاوقتیکہ اس کا ارادی قصور یا ضائع کر دینا ثابت نہ ہو اور ان تمام امور میں جب تک اس کے خلاف گواہ موجود نہ ہوں اس اجیر کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ۔

ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ

ابو حامد محمد بن محمد الغزالی نے درج ذیل کتب میں معاشی موضوعات پر بحث کی ہے۔

(الف) احیاء علوم الدین — بیروت: دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر

(ب) میزان العمل (تحقیق الدکتور سلیمان بدنیا) القاہرہ نشر دار المعارف

(ج) شفاء العلیل — بغداد، نشر دار الارشاد

(د) المستصفی من علم الاصول — بیروت: نشر دار احیاء التراث العربی

(ر) کتاب الاربعین فی اصول الدین — القاہرہ، نشر المکتبۃ التجاریۃ الکبری

(ز) الاقتصاد فی الاعتقاد — بغداد، نشر دار الارشاد

امام غزالیؒ، انسان کی بنیادی ضروریات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وسبب کثرة الاشغال هو ان الانسان مضطرالی ثلاث القوت والمسکن، والملبس.(۶۰)

مزید لکھتے ہیں:

فالقوت للغذاء والبقاء والملبس لدفع الحر والبرد والمسکن

(۵۹) ابن حزم، ابو محمد علی ابن احمد بن سعید، المحلی (تحقیق لجنة احیاء التراث العربی) بیروت، منشورات دار الافاق الجدیدة ۸/۲۰۱

(۶۰) الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر ۳/۲۲۵

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

لدفع الحر والبرد ولدفع اسباب الهلاک عن الاهل والمال۔((۶۱))

امام غزالیؒ پہلے مسلم ماہر معاشیات ہیں جنہوں نے بجٹ کا تخیل پیش کیا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آمدنی اور خرچ کی مدوں کا الگ الگ حساب رکھا جائے۔ وہ آمدنی کی مدوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہیں تین اقسام، حلال، حرام اور مشکوک میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ اخراجات میں بچت اور کمی کرنے پر بھی زور دیتے ہیں۔ اور واضح کرتے ہیں کہ خلیفہ عوام سے حاصل کردہ رقم کو ذاتی استعمال میں نہیں لاسکتا بلکہ صرف مفاد عامہ کے کاموں پر ہی خرچ کر سکتا ہے۔((۶۲))

آپ نے احیاء علوم الدین میں معاشیات کے پانچ اصول پیش کیے ہیں جو آج بھی ہمارے انفرادی اور اجتماعی معاشی پروگرام کی اصلاح کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

مال کے اصل مقصود کو پہچانا جائے کہ یہ کس لیے تخلیق کیا گیا ہے اور اس کی حاجت کیوں ہوتی ہے۔ (اس طرح انسان بقدر حاجت کسب معیشت کرے گا اور مال کو جمع کرنے کے لالچ سے محفوظ رہے گا۔) یہ کہ آمدنی کے ذریعہ کا خیال رکھے (اس طرح حرام مال سے بچے گا اور رزق حلال کی کوشش کرے گا۔) یہ کہ مقدار معیشت کو ملحوظ رکھے (یعنی مقدار حاجت کے مطابق اور حاجت تین چیزوں کی ہوتی ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان۔) خرچ کا لحاظ رکھے (یعنی فضول خرچی اور بخل سے پرہیز کرتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے۔ یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے میں نیت درست رکھے (یعنی جو مال حاصل کرے اس میں نیت عبادت پر استقامت کی ہو حرص دنیا کی نہ ہو اور جو ترک کرے اس میں زہد اور مال کی حقارت کی ہو نہ کہ افسوس اور ملال کی ہو۔)((۶۳))

ابوالفضل جعفر ابن علی الدمشقیؒ

ابوالفضل جعفر ابن علی الدمشقیؒ نے اپنی کتاب "الاشارۃ الی محاسن التجارۃ" میں معاشی فکر پیش کیا ہے۔ مال کے خصائص بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

والاموال کلها نافعة لاهلها اذا دبرت کما یجب و بعضها افضل

---

(۶۱) الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر ۳/۲۲۵

(۶۲) الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، میزان العمل (تحقیق، الدکتور سلیمان دنیا) القاہرہ، النشر دار المعارف ۱۹۶۴ء

(۶۳) الغزالی، احیاء علوم الدین جلد سوم

☆ یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے ☆

من بعض، تختلف باختلاف احوال الزمان، وبحكم ماهي عليه منه صفا تها المكروهة او المحبوبه واحوالها المحمودة اوالمذمومة.(۶۴)

ابوالفضل الدمشقی کی رائے یہ ہے کہ انسان کی حاجات بہت زیادہ ہیں اور ان کی تکمیل کے لیے اسے معاشی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ولما كان الانسان من بين سائر الحيوان كثير الحاجات فبعضها ضرورية طبيعية وهي كونه محتاجاً الى منزل مبنى و ثوب منسوج و غذا مصنوع...... وحاجته عند المرض الى ادوية.(۶۵)

ان کا نظریہ یہ ہے کہ معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہر انسان دوسرے کا محتاج ہے۔ یعنی وہ تقسیم کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

وكل واحد من هذه الحاجات يحتاج الى انواع من الصناعات حتى تتكون ثم حتى تتم كما يفعل في التبات و حاجته ان يزرع اور يغرس ثم ينقى ثم يسقى ويربى ثم يحصد ثم يحتاج الى صناعة اخرى تكون تمام ارانتفاع به كحاجة القمح بعد حصاده الى الدرس، والغربلة، والتنقية والطحن والنخل والعجن والخبز، حتى يصلح ان يتغذى به... ولم يمكن الواحد من الناس لقصر عمره ان يتكلف جميع الصناعات كلها، وان كان فيه احتمال لتعلم كثير منها فليس يقدر على جمعها كلها البتة (ابداً) حتى يحيط بها من اولها الى آخرها علما، ولان الصناعات مضموة بعضها الى بعض كالبناء يحتاج الى النجار، والنجار يحتاج الى الحداد، و صناع الحديد يحتاجون الى صناعة اصحاب المعادن؟ وتلك الصناعات تحتاج الى البناء

(۶۴) ابوالفضل الدمشقی، جعفر بن علی، الاشارة الی محاسن التجارة (تحقیق البشری الشوربجی) القاهرة، مکتبة الکلیات الازهریة ۱۹۷۷ء/۱۹
(۶۵) ایضاً/۲۰

فاحتاج الناس لهذه العلة الى اتخاذ المدن والاجتماع فيها ليعين بعضهم بعضاً لما لزمتهم الحاجة الى بعضهم بعضاً.(٦٦)

عبدالرحمٰن بن محمد، ابن خلدونؒ

عبدالرحمٰن بن محمد، ابن خلدونؒ کی تصانیف میں ''مقدمہ ابن خلدون'' کو ایک نمایاں اور منفرد مقام حاصل ہے۔ یہ تاریخ کی بجائے تاریخ کے فلسفہ پر مشتمل ہے۔ ابن خلدون نے مقدمہ کے پانچویں باب میں بتیس (۳۲) طویل فصول صرف ''المعاش'' کے لیے مخصوص کی ہیں۔

تمام مسلم ماہرین معاشیات میں ابن خلدون کا مقام اس لحاظ سے بڑھ جاتا ہے کہ انہوں نے جدید معاشیات کے اہم موضوعات پر بھی بحث کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود مغربی مفکرین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ابن خلدون کا کام ہیوم (Hume) لاک (Locke) ایڈم سمتھ (Adam Smith) اور کارل مارکس (Carl Marks) سے زیادہ بہتر ہے(٦٧) ابن خلدون کے بعض نظریات اس قدر ترقی یافتہ ہیں کہ اگر ان کا شمار معاشیات کے بانیوں میں کیا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ معاشیات کے موضوع پر ابن خلدون کی بحثیں اس قدر جامع اور پر مغز ہیں کہ جدید دور کے ماہرین معاشیات ان کے تلامذہ نظر آتے ہیں۔ ابن خلدون نے جدید معاشیات کے جن موضوعات پر بحث کی ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) معاشیات کی تعریف اور نفس مضمون	Definition and subject matter of Economics
(۲) معاشیات کا دوسرے سائنسی مضامین سے تعلق	The relation of economics to other sciences
(۳) دولت اور اس کے معاشرتی وانفرادی پہلو	Wealth and its social and individual aspects
(۴) حصول دولت	Acquisition of wealth
(۵) روپیہ اور اس کی خصوصیات	Money and its characteristics
(۶) آزادانہ تجارت اور معاشی تجارت	Free goods and economic goods
(۷) طلب ورسد کی قوتیں اور قیمتوں پر ان کے اثرات	Forces of demand and supply and their effects on prices

(٦٦) ابوالفضل الدمشقی، الاشارۃ/۲۱

(٦٧) His life and work. lahore, Sh.M.Ashraf, Ibn Khaldun, Enan M.A. 1946 Reprint by

(۸) قیمتوں، محنت اور قدر کا باہمی انحصار	Interdependence of prices, labour and value
(۹) پیداوری اور غیر پیداواری پیشے	Productive and unproductiveoccupations
(۱۰) آبادی پر اثر انداز ہونے والے معاشی عوامل	Economic factors affecting the size of population
(۱۱) ظلم واستبداد کے معاشی نتائج	Economic consequences of opresssion
(۱۲) معاشی ترقی کے مراحل	stages of economic development
(۱۳) دیہاتی اور شہری معاشی نظام	Rural and urban economic systems
(۱۴) ریاست کی قسمیں اور اس کے معاشی (فرائض)	Kinds and economic functions of the state
(۱۵) ٹیکسوں کی شرحیں	Rates of taxation
(۱۶) عوام کے خرچ کرنے کے معاشی فوائد	Economic benefits of public expenditure
(۱۷) شہروں میں قیمتیں	Prices in towns
(۱۸) صنعتوں کی تحدید	Localization of industries
(۱۹) روزی کمانے کے مختلف ذرائع	Various means of earning livelihood
(۲۰) تجارت اور اس کی قسمیں	Trade and its kinds (68)
(۲۱) برآمدات اور درآمدات	Exports and imports
(۲۲) ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری	Hoarding and monopoly
(۲۳) فنی تعلیم	Technical education
(۲۴) صنعتوں کی ترقی اور زوال کی وجوہات اور اس دور کی بڑی صنعتیں (۶۸)	Reasons for the development anddecay of industries and main industries of the time

ابن خلدونؒ نے ''مقدمہ'' میں قیمتوں (Prices) کو متاثر کرنے والے اسباب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ اس ضمن میں تین باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قیمتوں کو متاثر کرنے والی پہلی چیز حکومت کی پالیسی ہے۔ مثلاً اشیاء پر بھاری ٹیکس عائد ہونے کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک معاشرتی اسباب بھی قیمتوں کو متاثر کرتے ہیں۔ قدرتی اسباب بھی زمین کی قیمت کو متاثر کرتے ہیں۔ زمین کی گھٹی ہوئی زرخیزی کی وجہ سے جو نقصان ہوتا ہے اس کی تلافی کرنا یا زرخیزی کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف مصنوعی طریقوں کو اختیار کرنا

(۶۸) ابن خلدون، مقدمہ، الباب الخامس من الکتاب الاول، تلخیص صفحات ۳۸۰ تا ۴۲۸ (مطبوعہ، مصر، مطبعۃ مصطفیٰ محمد، المکتبۃ التجاریۃ)

پڑتا ہے۔اس سے مصارف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اور اس کے نتیجے میں قیمتیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔

مہنگائی کے اسباب بیان کرتے ہوئے ابن خلدون نے (Speculation) ذخیرہ اندوزی پر بھی بحث کی ہے۔ابن خلدون کے نزدیک اشیاء جو ضروریات زندگی کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا ذخیرہ اس نیت سے کرنا کہ بعدازاں انہیں مہنگے داموں فروخت کیا جائے گا، ایک قسم کا استحصال ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے قیمتوں میں تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔(۶۹)

ابن خلدون نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ٹیکس کی شرح ہلکی ہو تو آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی ملک یا حکومت عروج سے ہمکنار ہوتی ہے تو اس کا خزانہ لبالب بھرا ہوا ہوتا ہے۔ٹیکس کی شرح کم ہوتی ہے اور خوش حال لوگ شوق سے ٹیکس ادا کرتے ہیں اور پوری قوم خوش حالی میں حصہ دار ہوتی ہے لیکن جب حکمران نا اہل ہونے لگتے ہیں اور ان کے وصول اخراجات بڑھ جاتے ہیں تو خزانے پر بوجھ پڑنا شروع ہوتا ہے اور وہ خالی ہونے لگتا ہے۔اس صورتحال سے پریشان ہو کر حکمران مشورے کرتے ہیں کہ خزانے کو کس طرح آباد کیا جائے اس کا جواب بالعموم یہ ملتا ہے کہ ٹیکس بڑھا دیئے جائیں۔ اس طرح حکومتیں رفتہ رفتہ ٹیکس بڑھانے لگتی ہیں۔ٹیکسوں میں اضافے سے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ بڑھے ہوئے ٹیکسوں کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ٹیکسوں کی چوری شروع ہوتی ہے۔لوگ اپنی آمدنی چھپاتے ہیں اور ایسے حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں کہ ٹیکس ادا نہ کرنے پڑیں۔ کیونکہ یہ ٹیکس ان کی سکت سے زیادہ ہوتے ہیں۔ جب خزانہ پھر بھی خالی رہتا ہے تو حکمران ٹیکسوں میں اور زیادہ اضافہ کر دیتے ہیں۔اس طرح ٹیکسوں کی چوری اور محصول وصول کرنے والوں میں رشوت بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔اور ایک خوشحال سلطنت غریب اور رفتہ رفتہ دیوالیہ ہو جاتی ہے۔

ابن خلدونؒ مثالیں دے کر دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ٹیکس جتنے حقیقت پسندانہ اور عوام کی آمدنی کے مطابق ہوں گے اتنے ہی زیادہ وصول ہوں گے اور خزانہ کبھی خالی نہیں رہے گا۔لیکن ٹیکس جس قدر غیر حقیقت پسندانہ اور لوگوں کی آمدنی اور استطاعت سے بڑھ جائیں گے ان کی وصولی اتنی ہی کم ہو جائے گی اور ٹیکس چوری ایسی خرابیاں پیدا کرے گی کہ قوم کرپٹ ہو جائے گی۔

---

(۶۹) ابن خلدون، مقدمہ، الباب الرابع من الکتاب الاول، الفصل الثانی عشر ”فی اسعار المدن“ تلخیص صفحات ۳۶۲ تا ۳۶۴۔

لوگ رشوت دیں گے اور حکام وصول کریں گے۔لیکن ملک کے خزانے میں کچھ نہیں آئے گا۔(۷۰)

ابن خلدونؒ کا ٹیکس کا یہ فلسفہ اس قدر بنیادی انسانی مزاج اور طبیعتوں کے مطابق ہے کہ اس پر وقت کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔انسانوں کے بنیادی مسائل اور مزاج میں کبھی فرق نہیں پڑتا۔ان کے علاج اور حل میں ترقی ہوتی رہتی ہے لیکن انسانی فطرت جوں کی توں رہتی ہے۔ یہ بات صدیوں پہلے بھی اتنی ہی سچی تھی جتنی آج ہے اور جتنی کل ہوگی۔

آج مملکت خداداد پاکستان میں جتنے ٹیکس بڑھتے جا رہے ہیں اتنی ہی چوری بھی بڑھتی جا رہی ہے اور ٹیکس چھپانے کے لیے کرپشن بھی ہر سطح پر بڑھتی جا رہی ہے۔ عام حالات میں آسان شرح کے ساتھ جتنے ٹیکس وصول ہو سکتے ہیں۔ بہت زیادہ بڑھی ہوئی شرح کے باوجود اتنے بھی وصول نہیں ہو رہے۔

---

(۷۰) ابن خلدون، مقدمہ الباب الثالث من الکتاب الاوّل، الفصل الثامن والثلاثون فی الجبایۃ وسبب قلتھا وکثرتھا۔۲۷۹۔۲۸۰

نئی کتاب

نسب و نسبت فرید

☆

تحریر علامہ ڈاکٹر ضیاء الحبیب صاحب

شائع کردہ : الصابریہ ۲۰۵،علی بلاک اتفاق ٹاؤن لاہور

ہدیہ : ۳۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور مکتبہ امام ابوحنیفہ جامعہ نعیمیہ لاہور

☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)